

الغزالي فورم کا ترجمان

افکارِ قاسمی

شمارہ جولائی تا ستمبر 2025



سید محمد
ہاشم
سید محمد



شائع کردہ

الغزالي فورم

www.algazali.org



افکار قاسمی از اہل کین

زیر سرپرستی

حضرت مولانا احمد قاسمی صاحب

بدرہا

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مدیر

مولانا محمد داؤد الرحمن علی صاحب

مدیر اعلیٰ

مفتی ناصر الدین مظاہری صاحب

سبہ خواتین

محترمہ زبیرہ عقیل صاحبہ

مدیر معارف

ڈاکٹر محمد عثمان غنی صاحب



فہرست مضامین

32

فاروق اعظمؓ کا وعدہ
مولانا محمد سہیل نواز عثمانی

34

آسمان کی طرف سر اٹھا کر استغفار کیجئے
محمد حفص فاروقی صاحب

36

خیر البقاء و شرع البقاء
محمد الرحمن صاحب

38

آیت الکرسی کا کرشمہ
محمد عبداللہ چترالی صاحب

40

مخلصانہ دعا پر بارش
محمد عبداللہ ترکی صاحب

42

آپ ﷺ کی دعا
محمد خلیل صاحب

44

حضرت عمرؓ کی وصیت
محمد ضیاء الرحمن صاحب

45

جب اللہ خود بلارہا ہو
محترمہ فاطمہ طاہرہ صاحبہ

48

میرے رب کا کلینڈر
محترمہ نور حیات صاحبہ

03

اداریہ
از قلم مدیر

06

درس قرآن
حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم

08

درس حدیث
حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم

10

حمد باری تعالیٰ
ایم راقم نقشبندی صاحب

11

نعت رسول ﷺ
ایم راقم نقشبندی صاحب

12

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ
مدیر التحریر کے قلم سے

15

سورۃ الماعون کی تفسیر (قسط سوم)
مولانا عبدالمبین لیاری صاحب

20

حضرت عمرؓ اور حضرت حسینؓ کی محبت
مولانا محمد اکرم عثمانی صاحب

24

فضائل محرم الحرام
محمد داؤد الرحمن علی

نیا اسلامی سَآلِ مبارک ہو!



اداریہ

مدیر کے قلم سے

سیکنڈ سے گھنٹہ، گھنٹہ سے دن، مہینہ اور سال تک کے معمولات کو صحیح انداز اور مناسب تقسیم کرنے کو بزبانِ عربی تقویم، اردو میں نظام الاوقات، ہندی میں جنتری اور انگریزی میں کیلنڈر کہتے ہیں۔ اور وقت وہ شے ہے جو اپنے محور میں گھومتا رہتا ہے۔ اسی وقت سے فرد سے قوم تک کے حالات و واقعات درج ہو کر ماضی کے حوالہ ہو جاتے ہیں، جس سے عبرت و نصیحت لے کر انسان اپنے مستقبل کے معاملات طے کرتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان کے لیے سیاسی، سماجی امور، معاشرتی تقریبات اور مذہبی فرائض کی انجام دہی کے لیے ایک مرتب نظام کی ضرورت ہوتی ہے، جس کے بغیر انسان کا مفوضہ ذمہ داری کو نبھانا مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے۔

شمسی تاریخ کو عیسوی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے) نسبت حاصل ہے۔ اور نظامِ قمری ہجرتِ نبوی ﷺ کی طرف منسوب ہے۔ موجودہ دور میں عموماً سرکاری و غیر سرکاری، نجی و ملکی تمام تر معاملات شمسی تاریخ کے لحاظ سے انجام پاتے ہیں، البتہ اسلامی احکامات و فرائض قمری نظام سے مربوط ہیں، جیسے: روزہ، زکوٰۃ، حج، عیدین، وغیرہ۔

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ”إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ“ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

”قمری مہینوں کی جو ترتیب اسلام میں معروف ہے، وہ رب العالمین کے ترتیب کردہ ہیں، جس میں خاص مہینوں کے مخصوص احکام نازل فرمائے ہیں، اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے یہاں احکام شرعیہ میں قمری سن معتبر ہے، اور یہ اللہ کو پسند ہیں، اسی لیے قمری

حساب کا محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے، اگر ساری اُمت قمری حساب کو ترک کر دے تو گنہگار ہوگی۔ قمری حساب محفوظ رہے تو شمسی تواریخ کا استعمال بھی جائز ہے۔“ (معارف القرآن، ج: ۴، ص: ۳۷۳)

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ“ (سورة التوبة: ۳۶)

اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں، جس روز سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اللہ کی کتاب میں سال کے بارہ مہینے لکھے ہوئے ہیں، ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ (التوبہ)

ماہ محرم الحرام ان چار مہینوں میں سے ایک ہے، جن کی حرمت و عظمت کو اللہ تعالیٰ نے کائنات بناتے وقت ہی لکھ دیا۔

اس مہینے کو عربی میں ”المُحَرَّم“ کہا جاتا ہے، محرم کا لفظ حرمت سے نکلا ہے، حرمت کے لفظی معنی ”عظمت و احترام“ کے ہیں۔ محرم کو محرم اس کی عظمت اور حرمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ ”اشہر حرم“ میں سے ہے، لیکن علامہ سخاوی رحمہ اللہ کے بقول زمانہ جاہلیت میں عرب اس مہینے کے ساتھ کھلواڑ کرتے تھے، کبھی لڑائی کے لیے حرام کر لیتے تھے اور کبھی حلال کر لیتے، اس لیے اس مہینے میں لڑائی کے حرام ہونے کی تاکید کے لیے اس کو ”مَحَرَّم“ کہا گیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے اسلامی سال کی ابتداء بھی ”اشہر حرم“ سے کی اور اختتام بھی ”اشہر حرم“ پر کیا، سال بھر کے مہینوں میں رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین مہینہ محرم ہی کا ہے، اس کی شدت حرمت کی وجہ سے اس کو ”شہر اللہ الاصل“ (اللہ تعالیٰ کا بہرا مہینہ) کہا گیا ہے۔“ (لطائف المعارف لابن رجب: ص: 78، ط: دار ابن کثیر، بیروت)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”حرمت کے مہینوں میں نیک کام کرنے کا ثواب بہت بڑا ہے، لہذا ان میں گناہ کرنے کا عذاب بھی بہت بڑا ہے، اگرچہ گناہ ہر زمانہ میں (برائی کے لحاظ سے) بڑا ہوتا ہے۔“ (مظہری)

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ:

”تمام انبیاء کی شریعتیں اس پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور ان میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال و عذاب بھی زیادہ ہوتا ہے۔“ (معارف القرآن)

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں کہ اسلاف تین عشروں کی بہت عظمت و لحاظ کرتے تھے:

۱۔ رمضان المبارک کا آخری عشرہ، ۲۔ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ، ۳۔ محرم الحرام کا پہلا عشرہ۔ (محرم الحرام کا مہینہ)

امام نسائی نے اس ماہ مبارک کی فضیلت پر یہ روایت نقل فرمائی ہے:

”عن أبي ذرٍّ قال: سألتُ النبي ﷺ أيُّ اليل خير؟ وأيُّ الأشهر أفضل؟ فقال: خير اليل جوفه، وأفضل الأشهر شهر الله الذي تدعونه المحرم۔“

”حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: رات کا کونسا حصہ بہتر ہے؟ اور کونسا مہینہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کا درمیانی حصہ بہتر ہے، اور مہینوں میں افضل مہینہ اللہ کا مہینہ ہے، جس کو تم محرم کہتے ہو، لیکن ماہ رمضان اس سے مستثنیٰ ہے۔“ (خصوصیات ماہ محرم الحرام)

دعا ہے اللہ پاک اس سال کو گزشتہ سال سے ممتاز کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان فضائل سے مکمل استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین



درس قرآن

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوة۔ (آیہ ۱۵۳)

مزید تنویر: تحویل قبلہ کے بعد یہود و نصاریٰ شد و مد سے اس کو بیان کرنے لگے تاکہ لوگ متنفر ہو کر آپ علیہ السلام کی اتباع چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ **لیس البزّان تولو وجوہم قبل المشرق والمغرب (آیہ: ۱۷۷)** میں اصلی نیکی اور نیکی کی تفصیل بیان فرمادی چونکہ یہود بیت المقدس جو مغرب کی طرف تھا، کو قبلہ مانتے اور نصاریٰ مشرق کو، کیونکہ حضرت مریم ولادت کے وقت مشرق کی طرف تشریف لے گئی تھیں اس واسطے یہ دونوں جماعتیں اسی پر زور دیتی تھیں کہ جو ہمارے قبلہ کا متبع ہو وہی نیک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کی صفات اور نیکیاں بیان فرمادیں جو کہ اس میں (۱) ایمان باللہ (۲) یوم القیامہ (۳) ملائکہ (۴) رسل (۵) کتب (۶) اقامۃ الصلوٰۃ (۷) ایفاء الزکوٰۃ (۸) ایفاء المال للمساکین ویتامی، قربی، ابن سبیل ساکنین (۹) ایفاء عہد اور (۱۰) صبر ہیں اور یہی تہذیب اخلاق کے دس اصول ہیں۔

مسلمانوں نے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں انتہائی مظلومیت کے ساتھ گزارے۔ مشرکین کی طرف سے ایذائیں برداشت کیں۔ مدافعت کی جنگ کی اجازت بھی نہیں تھی۔ مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کے بعد بھی دشمنوں نے پیچھا نہیں چھوڑا تو پہلی بار مدافعت کے لئے جنگ کی اجازت ملی۔ فرمایا:

پہلی بار اجازتِ جہاد: **قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعدوا...** (آیہ: ۱۹۰)

پھر اس اجازت کو تین شرطوں سے مشروط فرمایا۔

(۱) خود پہل نہ کریں۔ (۲) جو میدانِ جنگ میں لڑ رہے ہوں یا کمک پہنچا رہے ہوں یا تدبیریں بنا رہے ہوں صرف ان سے لڑیں۔
(۳) حد سے تجاوز نہ کریں۔

مثلاً عورتوں، بچوں اور مذہبی رہنماؤں پادریوں کو نہ ماریں۔ اور مقصدِ جہادِ عزتِ دین اور کلمہ توحید کی سر بلندی ہے، اور علتِ جہاد یہ کہ انہوں نے تمہیں مکہ مکرمہ سے نکالا ہے تم بھی انہیں نکال دو۔ دوسری علت شرک قتل سے سخت ہے۔ شرک کو مٹانے کے لئے جنگ جائز ہے۔ تمہیں اعتراض کرنے کا حق نہیں۔

اخرجوهم من حيث اخرجوكم والفتنة اشد من القتل۔ (آیہ: ۱۹۱)

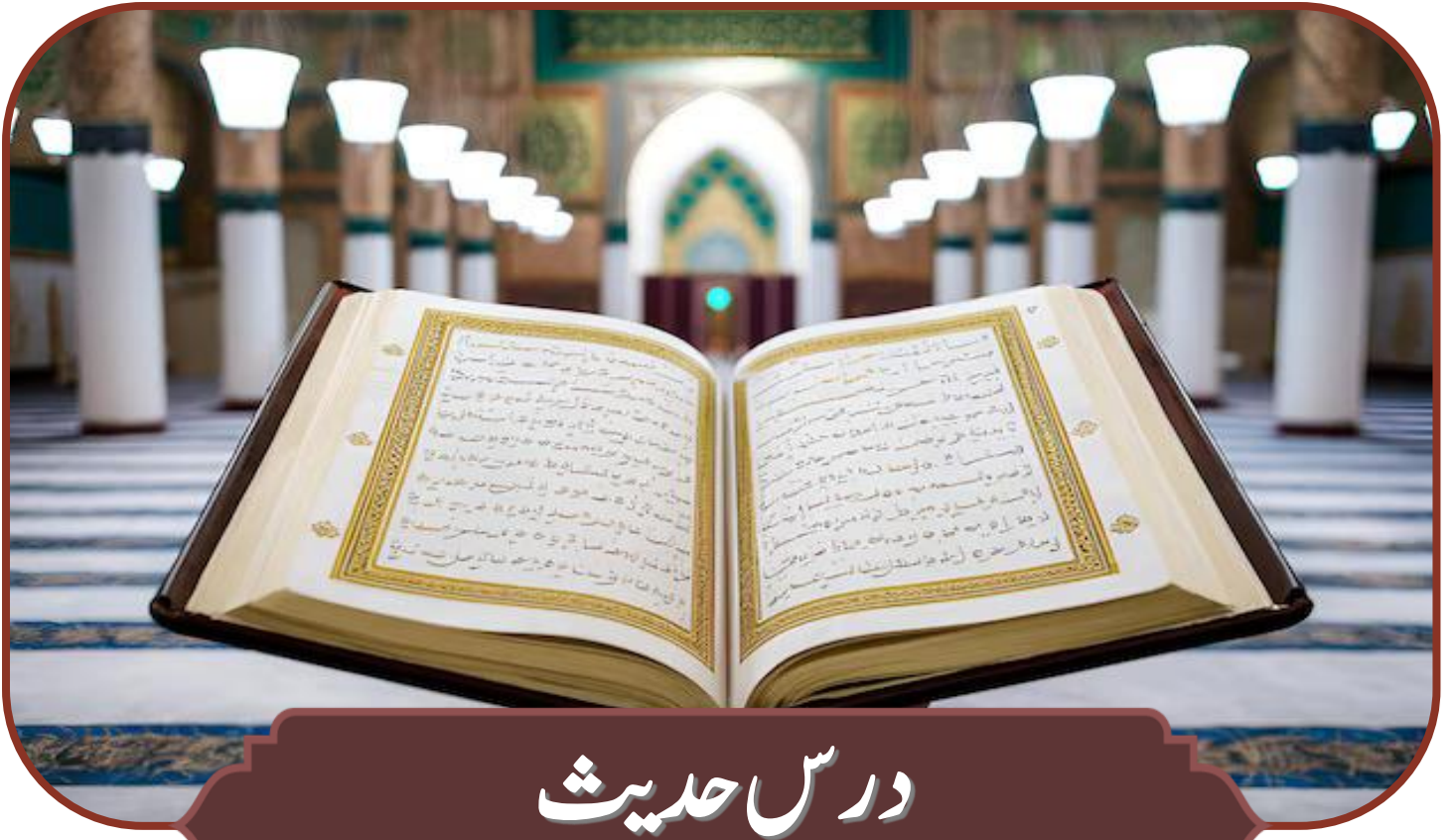
پھر جہاد میں کامیابی کے لئے بیت اللہ جا کر دعائیں کرو، حج اور عمرہ بھی ادا کرو۔

دوسری بار حکم جہاد: ”وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله“ (آیہ: ۱۹۳)

اس آیت میں حکم جہاد اور اس کی انتہا کا بیان ہے کہ مشرکین سے لڑتے رہو یہاں تک کہ وہ لڑائی بند کر دیں، توحید کو قبول کر کے مبلغِ دین بن جائیں۔

تیسری بار حکم جہاد: ”كتب عليكم القتال وهو كره لكم“ (آیہ: ۲۱۶)

اس آیت میں جہاد کا تیسری بار حکم ہے کہ جہاد تم پر فرض ہے، اگرچہ انسانی طبیعت کو گراں محسوس ہوتا ہے، طبعی گرائی کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ بعض چیزیں ظاہری اور مادی نقصانات کی وجہ سے طبیعت پر گراں گزرتی ہیں اور ناپسند ہوتی ہیں مگر انجام اور پوشیدہ فوائد کے لحاظ سے خیر و برکت والی ہوتی ہیں اور عکس میں عکس۔ انہی میں سے جہاد کو لے لیں کہ یہ بظاہر قتل و خونریزی اور مال و جان کے ضیاع کی وجہ سے گراں اور ناپسند طبیعت ہے مگر انجام کے لحاظ سے بہتر ہے کیونکہ جہاد کی وجہ سے قوم و ملت کو سر بلندی حاصل ہوتی ہے، وقار و شان و شوکت برقرار رہتی ہے، عزتِ جان و مال کی حفاظت ہوتی ہے، غازیوں اور شہداء کے درجات حاصل ہوتے ہیں اور اس کے برعکس ترکِ جہاد سے بظاہر آرام و راحت اور مال و جان کی حفاظت، مشکلاتِ جہاد سے امن نظر آتے ہیں مگر اس میں دارین کا خسارہ ہے۔ کفار کے ہاتھوں ذلت اور رسوائی متوقع ہے کیونکہ ہم نے جہاد نہ کیا وہ حملہ آور ہو گئے تو ستیاناس کر دیں گے، جوانوں کو قتل کر دیں گے، عورتوں اور بچوں کو غلام باندیاں بنالیں گے، شہروں پر قبضہ کر لیں گے، دین اور دنیا دونوں تباہ و برباد کر دیں گے۔ پھر رونے چیخنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے حکم جہاد پر عمل کرو۔ واللہ یعلم وانتم لاتعلمون۔



درس حدیث

حضرت مولانا خادم حسین صاحب دامت برکاتہم العالیہ



(۹) فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ الْكُفَّاءُ تَذَبَحُوا حُمْرَنَا وَتَأْكُلُوا أَثْمَرَ نَاوِ تَصْرِبُوا نِسَاءً نَأْفَغُضِبُ يَعْنِي النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ إِرْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ وَأَنْ اجْتَمِعُوا لِلصَّلَاةِ۔ (الحدیث) (۷۶/۲)

خیبر کے ایک سرکش چوہدری نے کہا اے محمد! (۱) کیا تمہارے لئے جائز ہے تم ہمارے اونٹ ذبح کرو، ہمارے باغوں کے پھل کھاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو؟ آپ اندراض اور غصہ ہوئے اور فرمایا اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جائو اور اعلان کر دو، خبردار جنت تو صرف مومنوں کے لئے حلال ہے اور تم سب نماز کے لئے جمع ہو جاؤ۔“

اس حدیث کا اول آخر اس طرح ہے کہ حضرت عرباض بن الساریہ فرماتے ہیں کہ ہم خیبر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ اترے آپ کے ساتھ صحابہ کرام تھے خیبر میں ایک سردار سرکش اور منکر قسم کا تھا وہ آیا اور اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمہارے لئے جائز... (درمیانہ حصہ حدیث اوپر متن کے ساتھ مذکور ہے اور آخر میں ہے) جب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے انہیں نماز پڑھائی پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا تم میں سے ایک آدمی خوبصورت تخت پر گائو تکیہ لگا کر بیٹھ جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حرام نہیں کی سوا اس کے جو قرآن پاک میں حرام فرمائی ہے۔ خبردار! خدا کی قسم میں نے وعظ و نصیحت بھی کی ہے بعض چیزوں کا حکم دیا ہے بعض چیزوں سے روکا ہے یہ بھی مثل قرآن کے ہے یا اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر گھس جاؤ، نہ ان کی عورتوں کو مارنا حلال کیا ہے نہ ان کے باغوں کا پھل کھانا حلال ہے جب تک وہ تمہیں وہ چیز دیتے رہیں جو ان کے اوپر واجب ہے۔ (یعنی جزیہ)



فائدہ:- غیر مسلم جب ذمی بن جائیں جو شرائط جزئیہ وغیرہ ان کے ساتھ طے ہو جائیں اور وہ اسے ادا کرتے رہیں تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں بلکہ اسلامی حکومت کی ذمہ داری میں آجاتے ہیں تو ان کے مال بغیر اجازت کے استعمال کرنا حرام ہے اس واسطے آپ علیہ السلام ناراض ہوئے کیونکہ یہ ایک خالص دینی حکم ہے۔

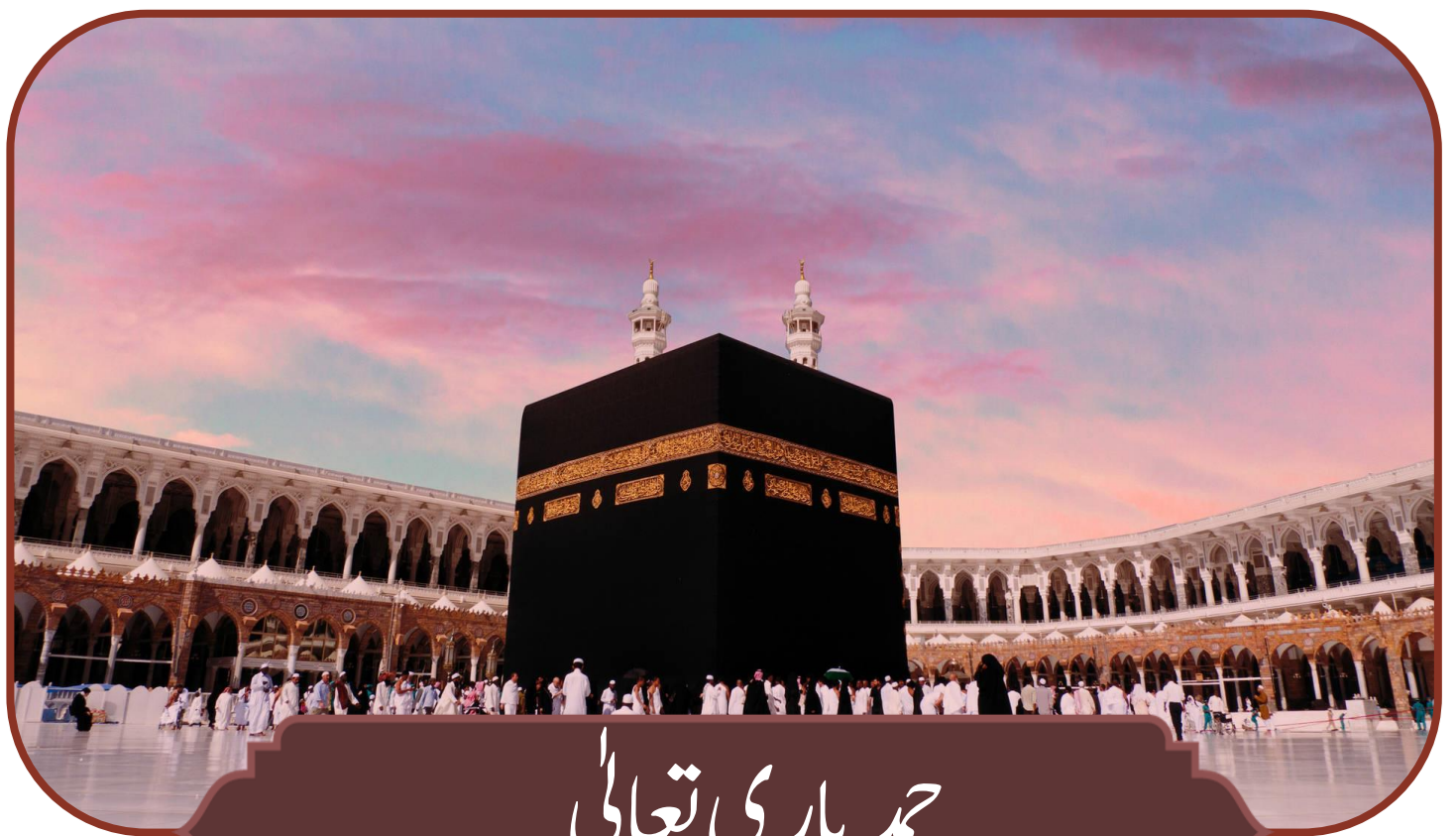
فائدہ:- خوبصورت تخت پر تکیہ لگانے سے مراد عیش پرستی اور دین سے غافل رہنا ہے کہ ایک شخص عیش پرستی کرتا ہے دین سیکھنے کی مشقت برداشت نہیں کرتا، پھر جہالت سے کہتا پھرتا ہے کہ دین صرف وہی ہے جو قرآن پاک میں ہے حالانکہ حدیث پاک بھی قرآن کی تفسیر ہونے کی وجہ سے قرآن کا حصہ ہے اور فقہ قرآن و حدیث کا نچوڑ اور خلاصہ ہے فقہ پر عمل کرنا قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے۔ دین پر عمل نہ کرنے والے کبھی فقہ پر اعتراض کرتے ہیں کبھی حدیث کا انکار کرتے ہیں اور قرآن پاک کے معنی اپنی مرضی و خواہش کے مطابق کرتے ہیں جو خالص بے دینی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اور ان کے فریب سے محفوظ رکھے اور جو دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سند کے ساتھ نقل ہو کر ہم تک پہنچا ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

(۱۰) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أَهْدَيْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَّةً سَيِّرَائِي فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَأَتَيْتُهُ فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرْسَلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبِسَهَا فَأَمَرَنِي فَأَطَرْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي۔ (۲۰۵/۲)

حضرت علی فرماتے ہیں آپ علیہ السلام کے پاس ریشمی جوڑا ہدیہ کے طور پر کہیں سے آیا، آپ نے وہ میری طرف بھیج دیا میں اسے پہن کر آپ کے پاس چلا گیا تو میں نے آپ کے چہرہ مبارک میں غصہ کے آثار دیکھے، آپ نے فرمایا میں نے یہ جوڑا اس لئے تو نہیں بھیجا تھا کہ تو خود اسے پہن لے۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے وہ جوڑا اپنی رشتہ دار عورتوں میں تقسیم کر دیا۔“

فائدہ:- ریشمی کپڑا پہننا مردوں کے لئے دنیا میں حرام ہے۔ حرام کام کے ارتکاب پر آپ علیہ السلام ناراض ہوئے، حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سمجھ لیا کہ جب آپ نے ہدیہ بھیجا ہے تو اس میں پہننے کی بھی اجازت ہے اس واسطے پہن لیا تھا۔





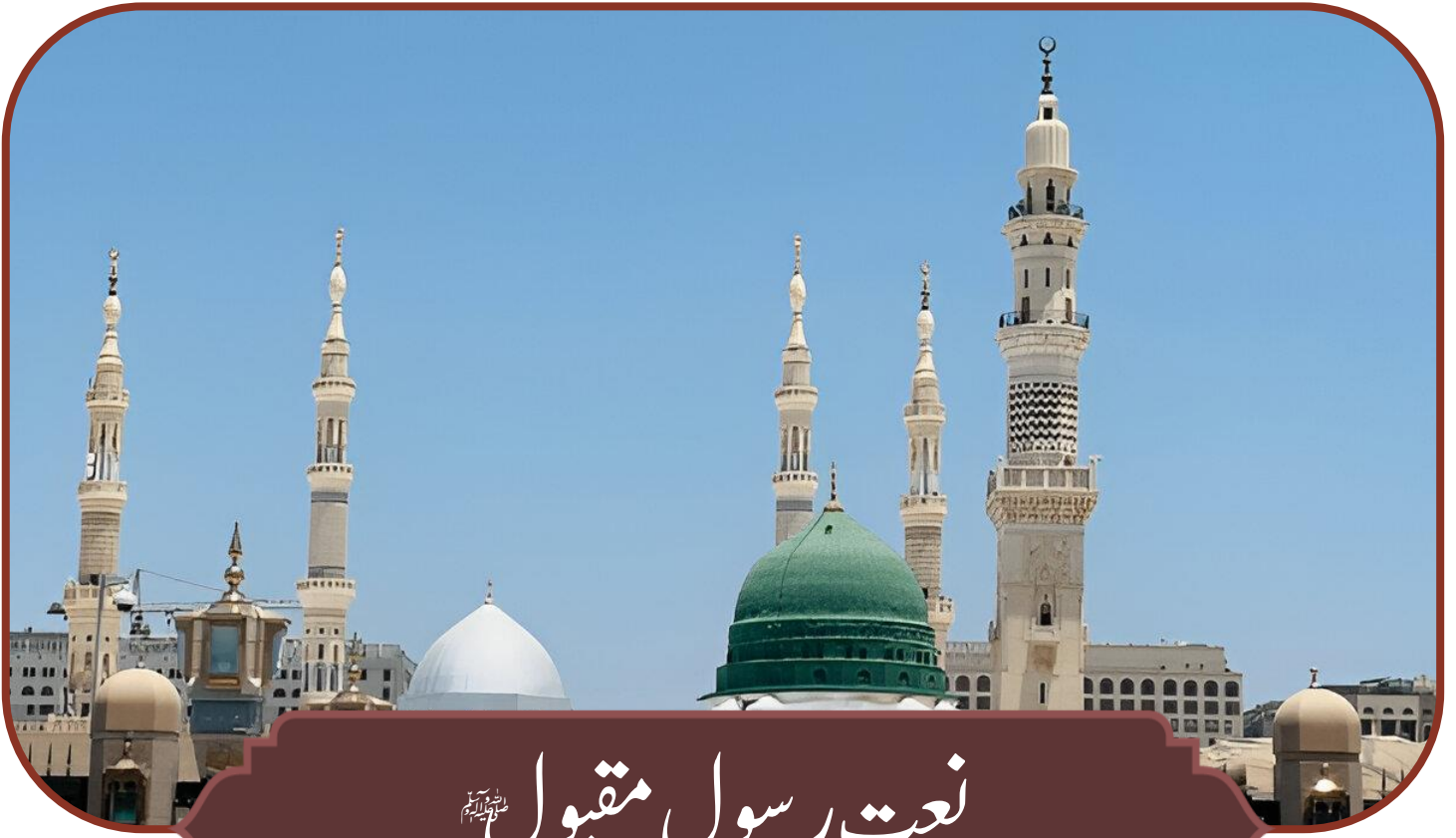
حمد باری تعالیٰ

ایم راقم نقشبندی

رسوا ہوا لمحہ لمحہ سن لے میرے پاک خدا۔
 نظرِ غیر میں کامل تھا، تیری نظر میں جاہل تھا
 دنیا ہے مکمل بہت، کرتی ہے یہ پیار بہت
 اس دلدل سے مجھ کو بچا، سن لے میرے پاک خدا۔
 تو نے دیا ہے اک قرآن، یعنی بخشش کا سامان
 تیرا کرم ہے تیری عطا، سن لے میرے پاک خدا

ٹوٹ چکا ہے دل میرا، تنہائی نے آگھیرا
 یاد سے تیری غافل تھا، اپنے وقت کا قاتل تھا
 کردے کرم مجھ پر اپنا سن لے میرے پاک خدا۔
 ظاہر میں اظہار بہت، اور پوشیدہ وار بہت
 راقم تجھ پر ہے قربان، تو ارحم ہے تو رحمان
 تیرا کرم ہے تیری عطا، سن لے میرے پاک خدا





نعت رسول مقبول ﷺ

ایم راقم نقشبندی

آگئے خیرالوری، صلے صلے صلے صلے

آگئے شمس الضحیٰ، صلے صلے صلے صلے

آپ کی آمد ہوئی تو نور ہر سو چھا گیا
ہر طرف تھی یہ صدا، صلے صلے صلے صلے

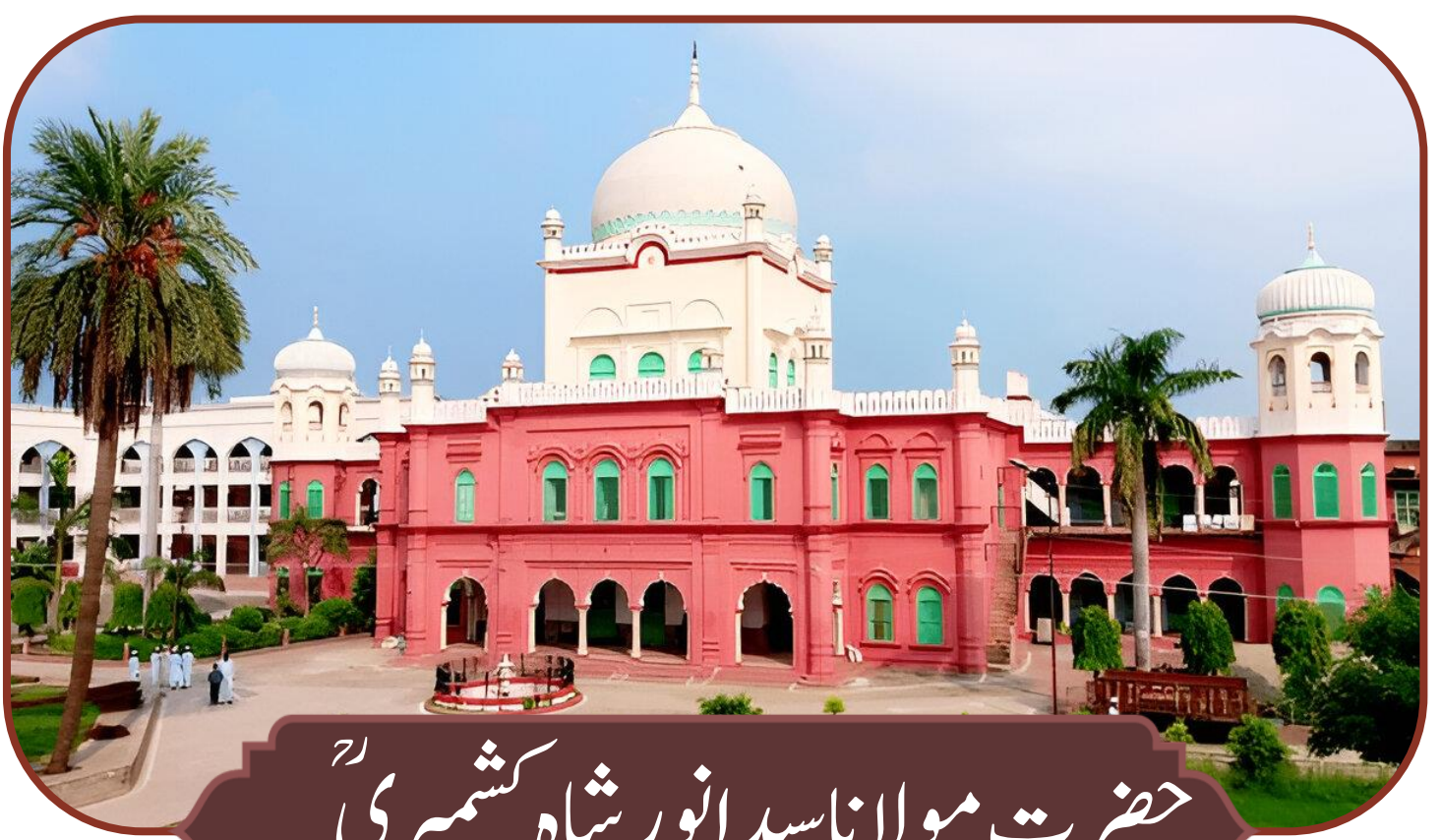
مشرکوں کی بت کدوں کی روشنی مر جھا گئی
آپ کا جلوہ ہوا، صلے صلے صلے صلے

مسجد اقصیٰ میں سارے انبیا تھے مقتدی
مصطفیٰ تھے مقتدا، صلے صلے صلے صلے

گر گئے مینار کسریٰ بجھ گئے آتش کدے
گوئج اٹھی ہر جگہ، صلے صلے صلے صلے

ہر گھڑی صلے صلے صلے کا ورد ہو
پڑھ رہا ہے خود خدا، صلے صلے صلے صلے





حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

مدیر کے قلم سے

پیدائش

امام الحدیث، امام العصر، شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ ۲/ شوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء دودھوال علاقہ کشمیر سادات کے ایک معزز علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ یہ خاندان اپنے علم و فضل کے لحاظ سے کشمیر بھر میں ممتاز خاندان سمجھا جاتا ہے۔

تعلیم:-

ساڑھے چار سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار مولانا سید معظم علی شاہؒ سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور ۶ برس کی عمر میں قرآن پاک کا حفظ مکمل کیا۔ اس کے بعد مولانا غلام محمد صاحب سے ابتدائی عربی تعلیم حاصل کی۔ ابھی آپ رحمہ اللہ کی عمر ۱۳ سال تھی کہ شوق علم نے کشمیر کے مرغزاروں اور سبزہ زاروں کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور آپ ہزارہ (خبیر پختونخوا) تشریف لائے۔ وہاں تین سال تک علوم عربیہ کی تکمیل فرماتے رہے۔

حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ ۱۶ سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں دیوبند تشریف لائے۔ دیوبند میں آپ چار سال رہے۔ اس دوران آپ نے وہاں کے مشاہیر وقت، یکتائے روزگار علماء سے ظاہری و باطنی علوم کا استفادہ کیا۔ چند ہی سال میں دارالعلوم میں شہرت و مقبولیت کے ساتھ ایک امتیازی شان حاصل کر لی۔

سند فراغت و بیعت :-

۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں حدیث و تفسیر اور فنون کی اعلیٰ کتابوں سے فارغ ہو کر آپ حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سند حدیث کے علاوہ باطنی فیوض سے بھی مستفیض ہوئے۔

اساتذہ :-

حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، مرشد عالم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا محمد اسحاق امرتسریؒ، حضرت مولانا غلام رسول ہزارویؒ جیسے مایہ ناز اور عظیم اساتذہ سے استفادہ حاصل کیا۔

تدریس :-

دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے مدرسہ امینیہ دہلی میں کچھ دنوں فرائض تدریس انجام دئے، ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں کشمیر چلے گئے، وہاں اپنے علاقہ میں فیض عام کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے، کچھ مدت تک جاز میں قیام رہا، اور وہاں کے کتب خانوں سے استفادہ کا موقع ملا، ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء میں آپ دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو یہاں روک لیا، ۱۳۳۳ھ تک بغیر مشاہرہ کے کتب حدیث کے درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء کے اواخر میں جب شیخ الہندؒ نے سفر جاز کا قصد کیا تو اپنی جانشینی کا فخر شاہ صاحب کو بخشا، دارالعلوم کی مسند صدارت پر تقریباً ۱۲ سال تک جلوہ افروز رہے، ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں اہتمام دارالعلوم سے بعض اختلافات کے باعث آپ فرائض صدارت سے دست کش ہو کر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، مفتی عزیز الرحمنؒ اور دیگر علماء و طلباء سمیت آپ مغربی ہندوستان کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تشریف لے گئے اور ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء تک وہاں درس حدیث کا مشغلہ جاری رہا۔

حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ علماء کی نظر میں :-

حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ علم حدیث میں وہ عظیم النظر محدث تھے، علوم فقہ میں فقیہ اعظم، اتباع شریعت میں صلحائے سلف کا نمونہ تھے، تو معرفت الہی میں جنید وقت اور شبلی عصر، ان کا وجود شریعت کے لئے بھی موجب تقویت تھا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ:

”میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں ایک دلیل حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کا امت مسلمہ میں وجود ہے۔“

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

”حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، شیخ تقی الدینؒ، شیخ عزالدینؒ اور شیخ انور شاہ کشمیریؒ کے درمیان فرق صرف زمانے کے تقدم و تاخر کا ہے۔ مناقب و محامد میں علامہ کشمیریؒ ان سے کم نہیں۔“

مولانا عبدالقادر رائیپوریؒ فرماتے ہیں کہ:

”واقعی حضرت شاہ صاحبؒ اللہ کی نشانیں میں سے ایک واضح نشان تھے۔“

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ:

”مرحوم کی مثال اس سمندر جیسی ہے جس کے اوپر کی سطح ساکن ہو لیکن گہرائی موتیوں سے لبریز ہو۔“

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

”خدا کی قسم میں نے حضرت شاہ صاحبؒ جیسا انسان ہر گز نہیں دیکھا۔“

علامہ زاہد الکوثریؒ فرماتے ہیں کہ:

”احادث سے دقیق مسائل کے استنباط میں شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے بعد حضرت کشمیریؒ جیسا کوئی محدث و فقیہ نہیں گزرا۔“

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں کہ:

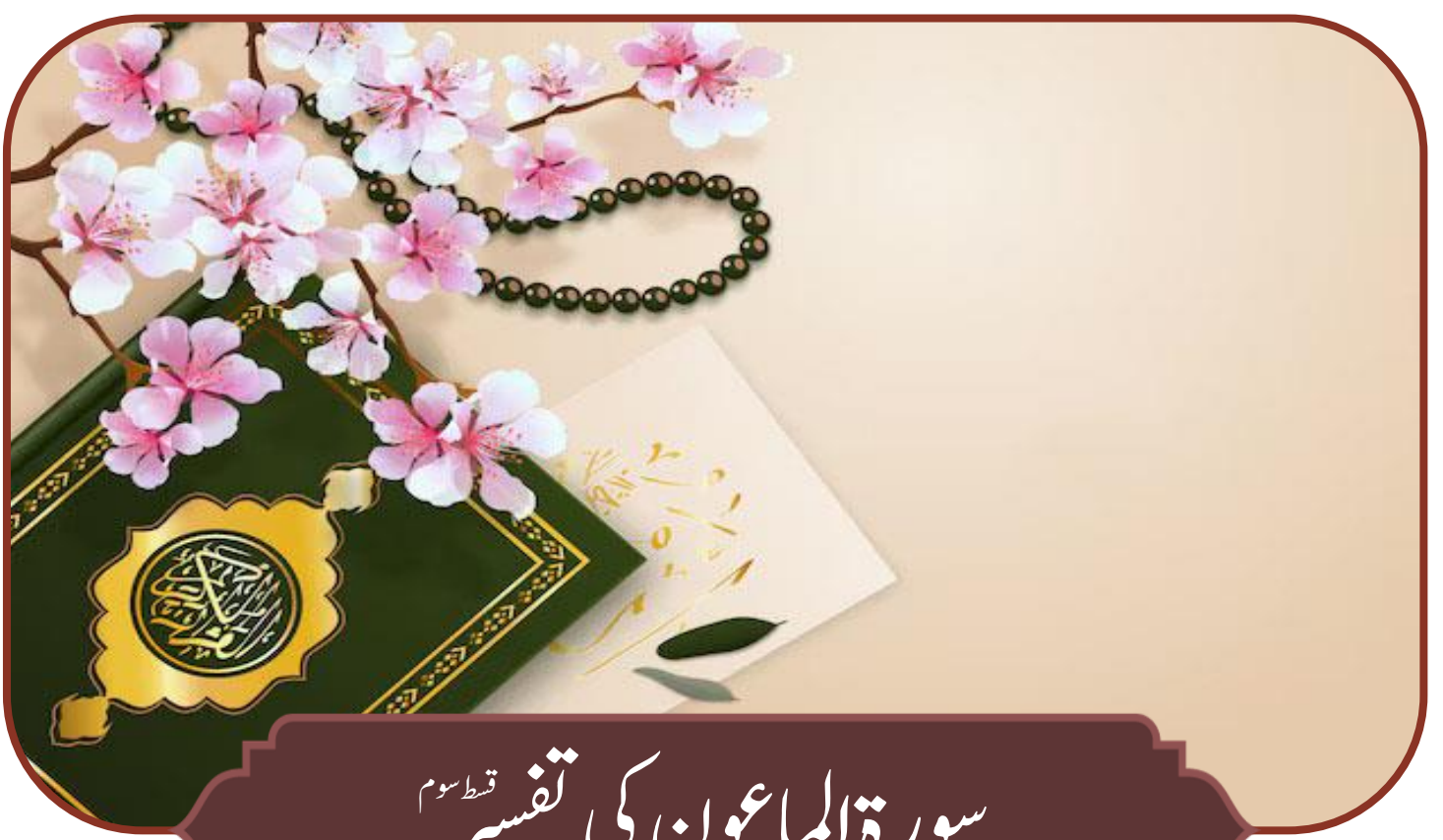
”اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحبؒ کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔“

وفات :-

حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ ۳/ صفر المظفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء کو ۶۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

اللہ پاک سے دعا کہ اللہ ہمیں حضرت کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے، خدمت دین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین





سورۃ الماعون کی تفسیر

قطب سوم

مولانا عبدالمعین لیاری صاحب

مال اور شریعت

- 1۔ مال کا اصل خالق اور مالک "صاحب مال" نہیں ہے بلکہ اصل مالک "اللہ" ہے اگر یہ مال شروع سے اس کا ہوتا تو پیدا ہوتے وقت اپنے ساتھ لاتایا مرتے وقت اپنے ساتھ لے جاتا۔
- 2۔ مال محنت سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ملتا ہے، دنیا میں ایسے بے شمار لوگ ہیں جو بہت محنت کرتے ہیں ابنا دماغ اور بدن کھپاتے ہیں لیکن زیادہ نہیں کماتے اور ایسے بھی بہت ہیں جو بہت کم محنت کے باوجود زیادہ کماتے ہیں۔
- 3۔ اللہ مال دے کر بھی آزماتے ہیں اور لے کر بھی آزماتے ہیں۔ دے کر آزماتے ہیں کہ یہ شکر کرتا ہے یا نہیں کرتا، لے کر آزماتے ہیں کہ یہ صبر کرتا ہے یا نہیں کرتا۔
- 4۔ اللہ جو مال دیتے ہیں اس مال میں اکیلا مالدار کا حق نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا اور اس کے بندوں کا بھی حق ہوتا ہے مثلاً زکوٰۃ حج قربانی یہ اللہ کا حق ہے اور اہل و عیال، مستحق رشتہ دار، ضرورت مند پڑوسی، مسکین یتیم وغیرہ پر خرچ کرنا بندوں کے حقوق ہیں۔
- 8۔ مال خرچ کرنے کے لیے بہت بڑا مال دار ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کر سکتا ہے اور فضیلت بھی ایسے شخص کے لیے زیادہ ہے جو تنگی اور خوش حالی ہر دو حالتوں میں خرچ کرے جس سے مقصد یہ ہے کہ ہر ایک کو دینے کی عادت لگ جائے اور مانگنے کی روایت ہی ختم ہو جائے۔

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ (4) الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (5)

بڑی تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز کے معاملے میں غفلت سے کام لینے والے ہیں۔

1۔ اس آیت میں آخرت کے منکرین کی تیسری علامت بتلائی گئی ہے۔

2۔ ویل کے دو مطلب ہیں:

1۔ تباہی، ہلاکت، خرابی، بربادی

2۔ جہنم کی ایک وادی

3۔ اس آیت میں آخرت کے عملی منکرین کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ نماز کے حوالے سے ان کی حالت نہایت خراب ہے۔

4۔ اس آیت میں نماز کے حوالے سے غفلت کرنے کے دو مطلب ہیں ایک تو نماز ہی نہ پڑھنا جس سے متعلق قرآن کریم میں جہنمیوں کی یہ کارگزاری ذکر کی گئی ہے کہ جنتی ان سے پوچھیں گے کہ

مَا سَأَلَكُمْ فِي سَقَرٍ (42) قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (43) مدثر

تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کر دیا وہ کہیں گے کہ ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے۔

غفلت کا دوسرا مطلب نماز پڑھنے والوں کا غفلت کرنا یعنی ایسے لوگ جو نماز پڑھتے تو ہیں لیکن جیسی پڑھنی چاہیے ویسے نہیں پڑھتے۔

5۔ نماز اللہ کو یاد کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، نماز سے بڑھ کر اللہ کو یاد کرنے کا کوئی دوسری طریقہ نہیں ہے اسی لیے اللہ رب العزت فرماتے ہیں

اقم الصلوة لذكرك (طہ)

میری یاد جسری رکھنے کے لیے نماز پڑھا کرو۔

لہذا جو نماز نہیں پڑھتے یا نماز کے معاملے میں غفلت کرتے ہیں وہ گویا اللہ کی یاد سے خود جو محروم کرتے ہیں اور جو اللہ کی یاد سے محروم ہو جاتا ہے تو اسے چاہے پوری دنیا یاد رہے اس کا مقدر بربادی ہی ہوتی ہے۔



غافل نمازی کی تفصیل

6۔ نماز میں غفلت کا تفصیلی مطلب یہ ہے کہ نماز پانچ وقت کی بجائے چار وقت پڑھنا فجر میں سستی کرنا، صرف جمعہ کی نماز پڑھنا، صرف عیدین کی نماز ادا کرنا، صرف رمضان میں نمازی بننا اور گیارہ مہینے بے نمازی رہنا، جماعت سے نماز نہ پڑھنا، سنتوں اور وتر کی ادائیگی میں سستی کرنا، کبھی پڑھنا کبھی نہ پڑھنا، معمولی مصروفیت یا سفر کی وجہ سے نماز چھوڑ بیٹھنا، جلدی جلدی نماز پڑھنا، جماعت میں ہمیشہ دیر سے پہنچنے کی عادت بنانا، نماز کو رسمی طور پر ادا کرنا، نماز کو سیکھے بغیر نماز پڑھنا، تجوید قراءت اور نماز کے بنیادی مسائل سے ناواقف ہو کر پڑھنا، خشوع خضوع سے خالی ہو کر نماز پڑھنا، فرائض واجبات سنن مکروہات مفسدات سے ناواقف رہنا، وضو ٹھیک سے نہ کرنا، دیر سے آنا اور جلدی جانے کی کوشش کرنا، صفوں کی درستگی کا اہتمام نہ کرنا وغیرہ۔

یہ سب صورتیں نماز میں غفلت کی نشاندہی کرتی ہیں اور ان مسائل کا شکار لوگ آیت کے مطابق غافل نمازی ہیں جو اپنی نماز کے حوالے سے سنجیدہ اور فکر مند نہیں ہیں۔

7۔ قرآن میں جہاں بھی نماز کا ذکر ہوا ہے وہ نماز پڑھنے کا نہیں بلکہ نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز قائم تب ہوگی جب مذکورہ شرائط پر عمل کیا جائے گا۔

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

8۔ سورہ مومنون میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يَحَافِظُونَ (مومنون)

ایمان والے وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کا اہتمام کرتے ہیں۔

اسی طرح سورہ نور میں فرمایا

رَجَالٌ لَا تُلِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ لَا يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ
وَالْأَبْصَارُ (نور)

(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے (بلکہ دنیوی فرائض کی ادائیگی کے دوران بھی) وہ (ہمہ وقت) اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں (خوف کے باعث) دل اور آنکھیں (سب) الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

9۔ نماز اللہ کا حکم اور اللہ کے دربار میں حاضری کی نیت سے ادا کرنی چاہیے جس میں وہ اپنی تمام تر مصروفیات اور کھانا پینا کمانا سونا ایک طرف رکھ اللہ کی بڑائی بلند کرتے ہوئے ہاتھ باندھ کر سر اور نظریں جھکا کر بادشاہوں کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔

10۔ نماز سے غفلت دور کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اذان کی آواز سنتے ہی اپنی تمام تر مصروفیات چھوڑ کر فوراً مسجد پہنچنے اور یہی عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت سے بھی ثابت ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ السلام ہمارے ساتھ گھر میں بیٹھے ہوتے گفتگو جاری ہوتی لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو ہمارے بیچ سے ایسے اٹھ کر چلے جاتے جیسے ہمیں جانتے بھی نہ ہوں۔ اپنے اس مبارک عمل سے گویا اس بات کا ثبوت دیتے کہ جب رب العالمین کا بلاوا آجائے تو کہیں اور مصروف رہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

الغرض اس طریقے پر عمل کر کے بہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں:

1۔ نماز میں خشوع خضوع پیدا ہوگا

2۔ نماز میں خیالات اور وسوسے کم آئیں گے

3۔ نماز کے انتظار میں جو وقت گزرے گا اس وقت کے بارے میں قیامت کے دن کوئی سوال نہیں ہوگا۔

4۔ نفلی اعتکاف کی نیت کر لے تو اعتکاف کا اجر ملے گا۔

5۔ ذکر و اذکار کے لیے وقت ملے گا۔

6۔ تلاوت قرآن کا موقع دن میں کسی اور وقت نہیں ملتا تو اس وقت تلاوت کا معمول بنانا آسان رہے گا۔

11۔ نماز میں غفلت پیدا کرنے والے چند اہم مسائل:

1۔ تکبیر میں "اللہ اکبر" کی بجائے "اللہ وکبر" کہنا۔

2۔ رکوع یا سجدے سے اٹھتے ہی جلد بازی میں فوراً دوسرے رکن میں جانا۔

3۔ صفوں کے بیچ فاصلہ رہنا اور کندھے سے کندھا نہ ملانا۔

4۔ قیام کی حالت میں یہاں وہاں دیکھنا۔

5۔ بلنا جلنا، خارش کرنا، کپڑوں کو بار بار سیدھا کرنا وغیرہ۔



ان تمام امور کی رعایت رکھنے کے نتیجے میں ہماری نماز ان شاء اللہ ویسی نماز ثابت ہوگی جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ - وَلَذِكْرِ اللَّهِ الْكِبَرِ - وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ

پیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سب کو جانتا ہے۔

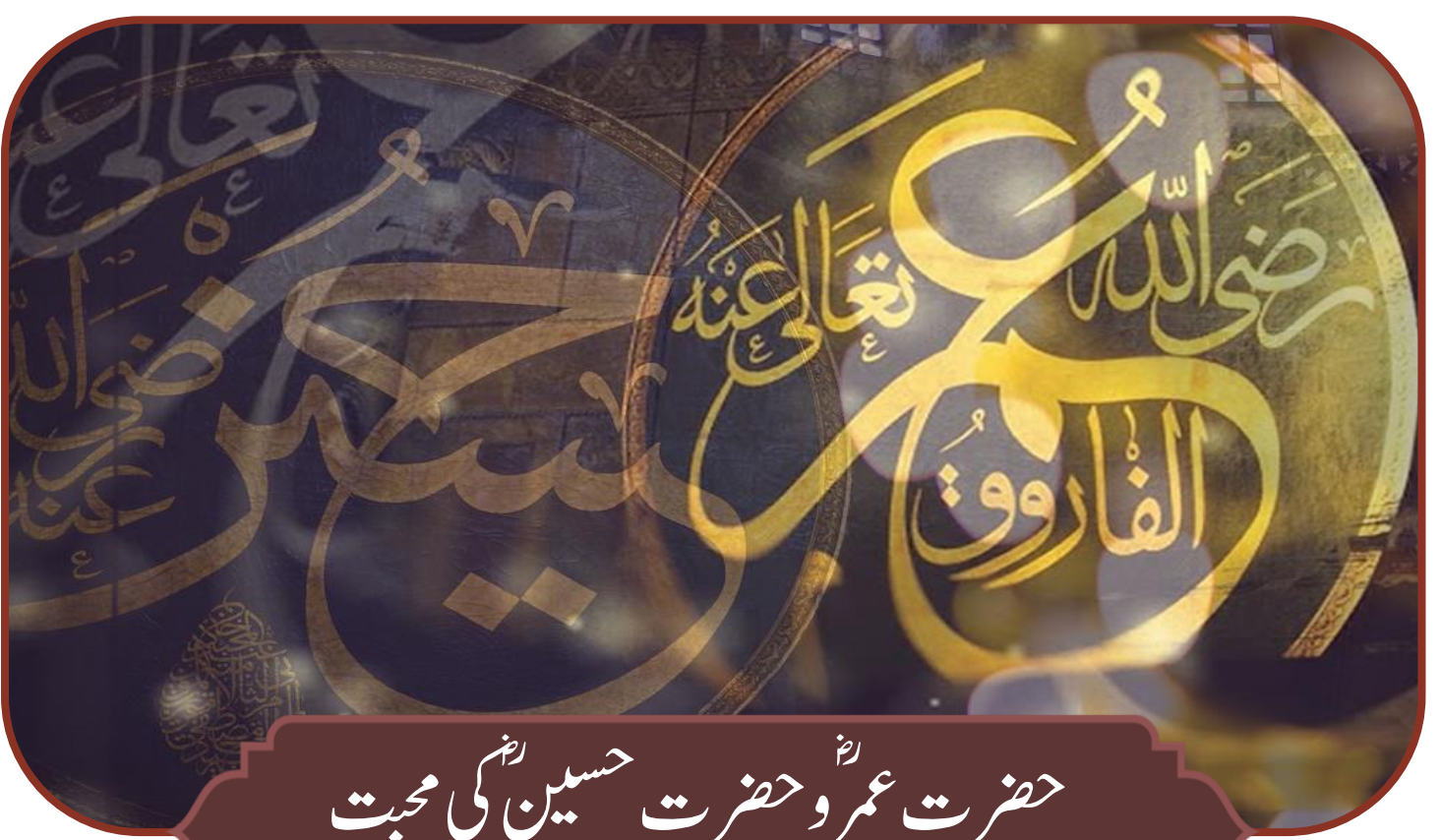
ایمان مفصل کیا ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُمت کی تعلیم کے لیے چند سوالات کیے تھے جن میں سے ایک سوال ایمان کے بارے میں بھی تھا، آپ ﷺ نے جواب میں ایمان کے 7 بنیادی اجزاء بیان فرمائے تھے۔ (صحیح مسلم: 108، باب الاسلام ماہو) ان 7 اجزاء کی تصدیق کرنا ہر مؤمن کیلئے ضروری ہے۔ یہ اجزاء ”ایمان مفصل“ کے نام سے جمع کر دیے گئے ہیں، ایمان مفصل یہ ہے:

آمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى
وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

(ترجمہ) میں ایمان لایا:

- 1 اللہ پر 
- 2 اس کے فرشتوں پر 
- 3 اس کی کتابوں پر 
- 4 اس کے رسولوں پر 
- 5 قیامت کے دن پر 
- 6 تقدیر پر کہ ہر خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے 
- 7 مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔ 



حضرت عمر و حضرت حسین کی محبت

مولانا محمد ضیاء الرحمن صاحب

حضرت عمر اور حضرت حسین کی آپسی محبت

نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کی آل و اولاد کا عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ محرم الحرام کے آغاز کی مناسبت سے خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نواسہ رسول ﷺ شہیدِ کربلا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے آپسی حُسنِ تعلقات، باہمی اعتماد، قلبی محبت، دلی اُلفت، اتحاد و یگانگت، اتفاق و ہم آہنگی اور بہترین سلوک کے حوالے سے چند گزارشات ذکر کی جاتی ہیں کہ ان احباب کی آپسی کتنی محبت اور چاہت تھی۔

حضرت ام کلثوم بنت حضرت فاطمہؓ کا نکاح:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ عَمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ مَرْوَةً بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مَرْطٌ جَدٌّ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَعْطِ هَذِهِ ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ يُرِيدُونَ أُمَّ كُلُّثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ - (صحيح البخاري، رقم الحديث: ۲۲۸۱)

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو کہ آپ کی زوجہ ہے۔ ان کی مراد سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما تھی۔

حضرات حسنین کریمینؑ کا حضرت عمر فاروقؓ کے گھر آنا:

عَنْ أَبِي صَالِحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَا يَدُخُلَانِ عَلَى أُخْتَيْهِمَا أُمِّ كُلْثُومٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَهِيَ تُمَشِّطُ۔ (المصنف لابن أبي شيبة، رقم الحديث: ۱۷۲۸۰)

حضرت ابوصالح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ دونوں اپنی ہم شیرہ حضرت ام کلثومؑ کے پاس جایا کرتے تھے بعض اوقات وہ اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔

حضرت عمرؓ کے لیے حضرت حسینؑ کی اولاد سے زیادہ عزیز:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَنْ يَأْتِيَهُ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَأَتَاهُ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ مِنْ أَيْنَ جِئْتَ قَالَ قَدْ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي فَرَجَعَ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِي قَالَ قَدْ أَتَيْتُكَ وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ وَأَنْتَ عِنْدِي مِثْلُهُ أَنْتَ عِنْدِي مِثْلُهُ وَهَلْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرَكُمْ۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، ج: ۱، ص ۷۵)

حضرت یحییٰ بن سعیدؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت حسینؑ کو فرمایا:

”آپ کبھی ہمارے ہاں گھر تشریف لائیں!“

چنانچہ کچھ عرصے بعد حضرت حسینؑ حضرت عمرؓ سے ملاقات کرنے ان کے گھر تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ:

”حضرت عمرؓ کسی کام میں مصروف ہیں مجھے بھی اندر جانے کی اجازت نہیں۔“

یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حسینؑ ملاقات کیے بغیر ہی واپس تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ سے حضرت حسینؑ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”حسینؑ! کیا بات ہے آپ ہمارے ہاں تشریف کیوں نہیں لائے؟“

حضرت حسینؑ سے فرمایا:

”میں آپ سے ملنے آپ کے ہاں گیا تھا لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ آپ بہت مصروف تھے یہاں تک کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؑ کو بھی آپ سے ملنے کی اجازت نہیں تھی تو میں واپس آگیا۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”کہاں میرا بیٹا عبداللہؑ اور کہاں آپ کا مقام و مرتبہ! یعنی جب آپ تشریف لائے تھے تو مجھے اطلاع بھیج دیتے میں اپنا کام موخر کر لیتا اور آپ سے ملاقات کرتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمیں جو عزت ملی ہے وہ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ملی ہے۔“

نواسہ رسول ﷺ حضرات حسنین کرینؑ کو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کا ہدیہ:

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأَتَاهُ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ: الْآنَ طَابَتْ نَفْسِي - (سیر اعلام النبلاء للذهبی، الحسین الشہید)

امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی اولادوں کو مال غنیمت میں سے لباس دیے ان میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا۔

حضرت عمرؓ نے یمن کے علاقے کی طرف آدمی روانہ کر کے والی یمن کو حکم بھیجا کہ دونوں شہزادوں حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے لیے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔

جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا اور ان دونوں شہزادوں نے پہنا تو اس وقت حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر فرمایا:

”اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔“

حضرات حسنین کرینؑ کی امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کی طرف سے عزت اور توقیر:

عَنِ إِدْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: لَمَّا أَتَانِي عُمَرُ بِكُنُوزِ كِسْرَى - ثُمَّ قَالَ: أَنْكِيلُ لَهُمُ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْتُو؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْتُوا لَهُمْ ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَّالَهُ ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ - (الجامع لمعمر بن راشد الازدی، م: ۵۳، ۱ھ)



حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں شاہ ایران کے خزانے بطور مال غنیمت پیش کیے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اس بارے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ اس کو کس طرح تقسیم کیا جائے؟ یعنی کسی پیمانے سے ماپ کر یا ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے اندازہ کر کے تقسیم کیا جائے؟

حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا:

”ہاتھوں کی ہتھیلی سے دینا زیادہ بہتر ہے۔“

حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے حضرت حسنؓ کو اسی طرح دیا اور اس کے بعد حضرت حسینؓ کو بلا کر اسی طرح سے عنایت فرمایا اور اس کے بعد لوگوں کو بلا بلا کر دینا شروع کیا۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کی طرف سے حضرات حسنین کریمینؓ کا وظیفہ بدری صحابہؓ کے وظائف کے برابر مقرر کرنا:

عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيَّوَانَ أَلْحَقَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا الْقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزُضَ لِكُلِّ مِنْهُمَا خَمْسَةُ آلَافٍ دِرْهَمٍ۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبی، الحسن بن علی)

حضرت عمر بن خطابؓ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لیے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا یعنی بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موافق پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔ اس لیے کہ یہ دونوں جنتی شہزادے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔

یہ تمام اہم واقعات اس بات کا ثبوت ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی آپسی محبت کیسی تھی، بالخصوص حضرات صحابہؓ کی اہل بیت اطہارؓ سے محبت، عزت، شفقت قابل دید اور قابل رشک تھی۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں بھی اہل بیت اطہارؓ اور صحابہ کرامؓ سے ویسی ہی محبت نصیب فرمائے جیسے وہ آپسی محبت کیا کرتے تھے۔ آمین ثم آمین

محرم الحرام

فضائل محرم الحرام
مولانا محمد منیب الرحمن صدیقی صاحب

ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا قمری مہینہ ہے۔

محرم کی وجہ تسمیہ:

اس مہینے کو عربی میں ”المُحَرَّم“ کہا جاتا ہے، محرم کا لفظ حرمت سے نکلا ہے، حرمت کے لفظی معنی ”عظمت و احترام“ کے ہیں۔ عرب اس مہینے میں جنگ و جدال کو حرام سمجھتے تھے، اس لیے اس مہینے کا نام ”محرم“ رکھا گیا ہے۔ (المطلع علی ألفاظ المقتع: ص: ۱۹۱، ط: مکتبۃ السوادی)

محرم الحرام کی فضیلت:

اسلام سے قبل بھی یہ مہینہ قابل احترام تھا اور اہل مکہ اسی مہینے سے نئے سال کا آغاز کرتے تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب اسلامی تاریخ کا مسئلہ زیر بحث آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے اتفاق رائے سے ”محرم“ کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ (المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام لکھنؤ جواد علی: ۱۶/۱۲۱، ط: دار الساقی)

بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی سن ہجری کا آغاز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، لیکن سرکاری مراسلات میں اس کا باقاعدگی سے اندراج حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ (کذا فی الثمار فی علم التاریخ لسیوطی: ص: ۱۱-۱۲، ط: مکتبۃ الآداب)

محرم چار عظمت والے مہینوں میں سے ہے:

محرم کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ”اشهر حُرُم“، یعنی حرمت والے مہینے قرار دیا ہے۔

سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے۔ جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے، جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ (التوبہ، آیت نمبر: ۳۶)

محرم کا مہینہ اشہر حرم میں افضل مہینہ ہے

امام نسائیؒ نے اس ماہ مبارک کی فضیلت پر یہ روایت نقل فرمائی ہے:

”عن أبي ذرٍّ قال: سألتُ النبي ﷺ أيُّ اليل خير؟ وأيُّ الأشهر أفضل؟ فقال: خير اليل جوفه، وأفضل الأشهر شهر الله الذي تدعونه المحرم۔“

”حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: رات کا کونسا حصہ بہتر ہے؟ اور کونسا مہینہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کا درمیانی حصہ بہتر ہے، اور مہینوں میں افضل مہینہ اللہ کا مہینہ ہے، جس کو تم محرم کہتے ہو، لیکن ماہ رمضان اس سے مستثنیٰ ہے۔“ (خصوصیات ماہ محرم الحرام)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ نے اسلامی سال کی ابتداء بھی ”اشہر حرم“ سے کی اور اختتام بھی ”اشہر حرم“ پر کیا، سال بھر کے مہینوں میں رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین مہینہ محرم ہی کا ہے، اس کی شدت حرمت کی وجہ سے ”اس کو ”شہر اللہ الا صم“ (اللہ تعالیٰ کا بہرا مہینہ) کہا گیا ہے۔ (لطائف المعارف لابن رجب: ص: ۷۸، ط: دار ابن کثیر، بیروت)

ماہ محرم میں عبادت کی فضیلت اور برے اعمال اور گناہ کی شدت:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”حرمت کے مہینوں میں نیک کام کرنے کا ثواب بہت بڑا ہے، لہذا ان میں گناہ کرنے کا عذاب بھی بہت بڑا ہے، اگرچہ گناہ ہر زمانہ میں

(برائی کے لحاظ سے) بڑا ہوتا ہے۔“ (مظہری)



روزہ کی فضیلت:

یوم عاشوراء زمانہ جاہلیت میں قریش مکہ کے نزدیک بڑا محترم دن تھا، اسی دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس دن کی متعدد فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَارَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرُ
يَعْنِي شَهْرَ مَضَانَ (بخاری شریف ۲۶۸/۱، مسلم شریف ۳۶۱/۱، ۳۶۰)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یوم عاشوراء کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہ رمضان المبارک کے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے طرزِ عمل سے یہی سمجھا کہ نفل روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یوم عاشورہ کے روزہ کا کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے نفلی روزہ کا نہیں کرتے تھے۔

یہود کی مخالفت کرو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

”تم نوں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔“ (سنن الترمذی، ۱۲۰/۳)

فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھے، تو مستحب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور بھی رکھے، چاہے نو محرم کا روزہ ہو یا گیارہ کا۔ (بدائع الصنائع: ۲/۷۹، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت / رد المحتار: ۲/۳۷۵، ط: دار الفکر، بیروت)

افضل روزہ

مسلم شریف میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دن کو افضل جان کر روزہ رکھا ہو، سوائے عاشورہ کے، اور نہ ہی کسی مہینے کا سوائے رمضان کے۔ یعنی دنوں میں عاشورہ اور مہینوں میں رمضان کو افضل مانتے تھے۔ (لطائف المعارف لابن رجب: ط: دار ابن کثیر / فیض القدير للنواوي: ۴/۲۱۵، ط: المكتبة التجارية الكبرى، مصر)

روزہ کی تین شکلیں

محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے لکھتے ہیں کہ عاشوراء کے روزہ کی تین شکلیں ہیں:

(۱) نویں، دسویں اور گیارہویں تینوں کا روزہ رکھا جائے۔

(۲) نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارہویں کا روزہ رکھا جائے۔

(۳) صرف دسویں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

ان میں پہلی شکل سب سے افضل ہے، اور دوسری شکل کا درجہ اس سے کم ہے، اور تیسری شکل کا درجہ سب سے کم ہے۔ (معارف السنن لمحدث العصر یوسف البنوری: ۷/۴۳۵، ط: مجلس الدعوة والتحقیق الاسلامی)

حضرت سید علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ تیسری شکل کا درجہ جو سب سے کم ہے اسی کو فقہاء نے کراہت سے تعبیر کر دیا ہے، ورنہ جس روزہ کو آپ نے رکھا ہو اور آئندہ نویں کا روزہ رکھنے کی صرف تمنا کی ہو اس کو کیسے مکروہ کہا جاسکتا ہے۔ (معارف السنن ۵/۴۳۴)

اہل و عیال پر وسعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل و عیال پر کھانے پینے کے سلسلے میں فراخی اور وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس کے رزق میں وسعت عطا فرمائیں گے۔“ (شعب الایمان: ۵/۳۳۳، ط: مکتبۃ الرشید، ریاض)

اہل و عیال پر وسعت سے متعلق روایت کا ثبوت:

عاشورہ کے دن وسعت والی روایت پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے مرفوعاً اور حضرت عمر سے موقوفاً، اور ایک تابعی کی روایت سے مرسل منقول ہے۔ اور یہ روایات شعب الایمان للبیہقی، (شعب الایمان للبیہقی: ۵/۳۳۱، ط: مکتبۃ الرشید) اور الاستذکار لابن عبد البر (الاستذکار لابن عبد البر: ۳/۳۳۱، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت) اور التوسعة علی العیال لابی زرعة، (التوسعة علی العیال لابی زرعة، لابی الفضل زین الدین العراقي: ص: ۱۶، ط: مخطوط نشر فی برنامج جوامع الکلم المجانی التابع لموقع الشبکۃ الاسلامیۃ) میں وارد ہیں۔

بعض علمائے حدیث نے اس حدیث کی تمام اسانید و طرق پر جرح کرتے ہوئے اسے باطل یا موضوع (من گھڑت) کہا ہے، لیکن جمہور محدثین کرام نے اس کو معتبر مانا ہے اور اسے قابل عمل قرار دیا ہے۔

تجربہ سے ثبوت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور امام یحییٰ بن سعید اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہم نے اس حدیث کا عملی تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا۔ (الاستاذ کار لابن عبد البر: ۳۳۱/۳، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

کیا محرم کی فضیلت شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے؟

بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ماہ محرم یا دس محرم کو فضیلت حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، یہ بات کئی وجوہات کی بناء پر سراسر باطل اور غلط ہے۔

محرم کا مہینہ ان چار حرمت والے مہینوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت ہی سے فضیلت بخشی، جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت میں ذکر ہے، اور اسی طرح تفصیل سے احادیث مبارکہ ذکر ہو چکی کہ یہود و نصاریٰ اور قریش مکہ بھی اس دن کو عظمت اور احترام والا سمجھتے تھے، اور خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کی فضیلت بھی بیان فرمائی، اور اس دن روزہ رکھنے کو اجر کا باعث قرار دیا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ بہت بعد میں سن 61 ہجری میں پیش آیا، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ محرم اور عاشورہ کو فضیلت شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہو، البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لیے اس محترم و معظم دن کا انتخاب فرمایا، لہذا ماہ محرم یا عاشورہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی، بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن شہید ہونے کی وجہ سے اور زیادہ فضیلت حاصل ہوئی۔ (الغنیۃ للشیخ عبد القادر الجیلانی: ۲/۹۳، ط: دار الکتب العلمیۃ)

محرم میں شادی کرنے کا حکم:

عرف عام میں بہت سی ایسی چیزیں موجود ہیں جن کی محرم الحرام سے نسبت کی جاتی ہے، اس میں ایک محرم الحرام میں شادی نہ کرنے کا رواج بھی ہے، انہیں فقہاء سے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے۔؟

”ماہ مبارک محرم میں شادی وغیرہ کرنا نامبارک اور ناجائز سمجھنا سخت گناہ اور اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اسلام نے جن چیزوں کو حلال اور جائز قرار دیا ہو، اعتقاداً یا عملاً ان کو ناجائز اور حرام سمجھنے میں ایمان کا خطرہ ہے۔“ (فتاویٰ رحیمیۃ: ۲/۱۱۵، ط: دار الاشاعت)

ماتم اور نوحہ کرنے کا حکم:

احادیث مبارکہ کی روشنی میں ”ماتم و نوحہ“ کا حکم جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

”دو چیزیں ایسی ہیں جو کفر ہیں: ایک تو نسب میں طعنہ دینا، اور دوسرا میت پر نوحہ کرنا۔“ (صحیح مسلم: رقم الحدیث: ۲۲۷)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا:

”وہ ہم میں سے نہیں جو (مصیبت کے وقت) چہرے کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور جاہلیت جیسا دایلا اور نوحہ کرے۔“ (صحیح البخاری: رقم

الحدیث: ۱۲۹۳)

احادیث مبارکہ میں واضح طور پر مصیبت کے وقت نوحہ کرنے، چیخنے چلانے، دایلا کرنے، جاہلیت جیسی باتیں کرنے، گریبان اور کپڑے پھاڑنے، چہرہ پیٹنے، چہرہ نوچنے اور ماتم کرنے جیسے، تمام غیر شرعی کاموں کی شدید مذمت اور ان سے متعلق سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، اس لیے ایک مسلمان کو ان غیر شرعی کاموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

مجالس میں شرکت کا حکم:

عشرہ محرم میں مسلمان بھی ماتم کی مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور تعزیر کے جلوس کو دیکھنے کے لیے بڑے شوق سے جاتے ہیں یا ٹی وی، موبائل فون وغیرہ پر تعزیر اور ماتمی جلوس کا نظارہ کرتے ہیں، حالانکہ اس میں کئی گناہ ہیں:

ایک گناہ تو اس میں یہ ہے کہ ان مجالس اور جلوس میں شرکت کرنے سے دشمنانِ صحابہ اور دشمنانِ قرآن کے ساتھ مشابہت ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی قوم سے مشابہت کی، وہ انہی میں شمار ہوگا۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ دشمنانِ صحابہ کی تعداد بڑھتی ہے؛ جبکہ دشمنوں کی تعداد بڑھانا حرام ہے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کیا، وہ بھی انہی میں شمار ہوگا۔ (کنز العمال، کتاب الصلحۃ من قسم الأتوال، ۹: ۲۲، رقم: ۲۳۵۷۳۵، ط مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

تیسرا گناہ یہ ہے کہ جس طرح عبادت کا کرنا اور دیکھنا اور اس سے خوش ہونا باعثِ اجر و ثواب ہے، اسی طرح گناہوں کے کاموں کو بخوشی دیکھنا بھی گناہ ہے، ظاہر ہے کہ ماتم کی مجلس میں جانا اور تعزیر نکالنا، یہ سب گناہ کے کام ہیں۔



چوتھا گناہ یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، وہاں اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے اور ایسی غضب والی جگہ پر جانا بھی گناہ سے خالی نہیں، غرض کہ ان مجلسوں اور جلوسوں سے بھی احتراز کرنا لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۳۹۴ ط: ایچ ایم سعید)

سیاہ لباس پہننا

سیاہ لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ، سیاہ چادر، سیاہ جبہ زیب تن فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود: رقم الحدیث: ۴۰۷۷/سنن ابی داود: رقم الحدیث: ۴۰۷۷/المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۴/۲۰۹ ط: دار الکتب العلمیۃ) اس لیے سیاہ لباس پہننا منع نہیں، لیکن چونکہ محرم کے مہینے میں سیاہ رنگ کا لباس پہننا روافض کا شعار بن چکا ہے، اور وہ لوگ سیاہ لباس اظہار سوگ کی علامت کے طور پر پہنتے ہیں، (مرقاۃ المفاتیح لملا علی القاری: ۳/۴۵۶ ط: دار الکتب العلمیۃ) اس وجہ سے ان دنوں میں اس لباس کو ترک کرنا چاہیے، تاکہ روافض کے ساتھ مشابہت نہ ہو، لیکن جہاں روافض کے ساتھ مشابہت کا اندیشہ نہ ہو، تو ایسا لباس پہننا جائز ہے۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داود: ۱۱/۸۶ ط: دار الکتب العلمیۃ)

دسویں محرم کو کھچڑا، حلیم وغیرہ پکانا:

بعض لوگ محرم کی دسویں تاریخ کو کھچڑا، حلیم وغیرہ پکاتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس بارے میں "البدایۃ والنہایۃ" میں لکھا ہے کہ:

”حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں خوارج دسویں محرم کو مختلف اناج ملا کر پکاتے تھے۔“ (البدایۃ والنہایۃ: ۸/۲۰۲-

۵۹۹ ط: بیروت)

اس بات سے معلوم ہوا کہ اس دن کھچڑا پکانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے دشمنی رکھنے والوں کی ایجاد کردہ رسم ہے، اہل بیت سے الفت و محبت رکھنے والوں کو اس رسم سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

پانی یا شربت کی سبیل لگانا:

بعض لوگ ماہ محرم اور بالخصوص دس محرم کو پانی اور شربت کی سبیل لگاتے ہیں اور راستوں پر بیٹھ کر گزرنے والے کو وہ پانی یا شربت پلاتے ہیں، تو اگرچہ پانی پلانا باعثِ ثواب اور نیکی کا کام ہے؛ لیکن اس ثواب کے کام کو صرف محرم کے مہینے کے ساتھ خاص کرنا اور اس مہینے کے اندر سبیل لگانے کو زیادہ اجر و ثواب کا موجب سمجھنا، بدعت اور ناجائز ہے۔ (فتاویٰ عثمانی، ج: ۱، ص: ۱۲۲ ط: معارف القرآن)

محرم کے مہینے میں خصوصاً نویں، دسویں، گیارہویں تاریخ کو ایصالِ ثواب کے لیے کھانا پکانا

ماہ محرم خصوصاً نویں، دسویں، گیارہویں تاریخ میں بعض لوگ کھانا پکا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں، یہ طریقہ بھی بالکل غلط ہے، اور اس مروجہ طریقے میں کئی قباحتیں ہیں:

۱۔ جن ارواح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اگر ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا گیا اور ان کے نام سے وہ کھانا پکایا گیا تو یہ شرک ہے، اور ایسا کھانا ”مَا أَهْلٌ بِهِ لِيغَيِّرَ اللَّهُ“ میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

۲۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقہ میں دی جاتی ہے، میت کو بعینہ وہی ملتی ہے؛ حالانکہ یہ خیال بالکل باطل ہے، میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی؛ بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔

۳۔ ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے قیود لگائی گئی ہیں، مثلاً صدقہ کی متعین صورت یعنی کھانا، مہینہ متعین، دن متعین، حالانکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعیین نہیں فرمائی ہے، جو چیز چاہیں جب چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں، شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیاں لگانا گناہ اور بدعت، بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ج: ۲، ص: ۳۹۲، ط: ایچ، ایم، سعید)

محرم الحرام اہم ترین تاریخی واقعات

- ① ابراہیم کے لشکر (اصحاب فیل) پر عذاب کا اترنا
- ② شعب ابی طالب میں محصور ہونے کی ابتداء
- ③ غزوہ ذات الرقاع 10 محرم 5ھ
- ④ غزوہ خیبر 30 محرم 7ھ
- ⑤ رسول اللہ ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانا 6ھ
- ⑥ رسول اللہ ﷺ کا مختلف بادشاہوں اور سرداروں کی طرف دعوتی خطوط ارسال کرنا
- ⑦ جنگ قادسیہ 14ھ
- ⑧ رسول اللہ ﷺ کی باندی اور صاحبزادہ رسول ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ کی والدہ
- ⑨ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی وفات 16ھ
- ⑩ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتداء 4 محرم 24ھ
- ⑪ واقعہ کربلا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ 10 محرم 61ھ

رَضِیَ اللہُ عَنْہُ الفاروقؓ

فاروق اعظمؓ کا وعدہ!!

مولانا محمد شعیب صاحب

ایران کا مشہور سپہ سالار ہرمزان قیدی بنا کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی دربار میں پیش کیا گیا، آپؓ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، جسے اُس نے ٹھکرا دیا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔

جب اس کے قتل کی تیاری ہو گئی تو ہرمزان نے حضرت عمرؓ کی خدمت اقدس میں گزارش کی کہ:

”میں پیاس سے نڈھال ہوں، کیا ایسا ممکن ہے کہ مجھے قتل کرنے سے پہلے پانی پلا دیا جائے۔؟“

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے حکم دیا کہ

”ہرمزان کو پانی پلا دیا جائے۔“

جب ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں عرض کی

”امیر المؤمنین یہ پانی جو میرے ہاتھ میں ہے، اسے پینے تک آپ مجھے قتل نہیں کریں گے۔۔۔؟“

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ فرمایا:

”ہاں! جب تک تم پانی نہیں پیو گئے، تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔“

اس نے جلدی سے پانی کو نیچے گرا کر ضائع کر دیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین! دیکھیے آپ نے وعدہ کیا ہے، سواب پورا کیجئے، امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ:

تمہیں قتل کرنے سے فی الحال رک جاتے ہیں۔ میں تمہارے معاملے میں غور و فکر کروں گا۔ پھر جلاد کو تلوار ہٹانے کا حکم دیا تبھی ہرمزان نے بلند آواز میں پکارا۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسلام لے آئے ہو، اچھا کیا، اچھا یہ تو بتاؤ جب میں تمہیں اسلام کی دعوت دی تھی، تب تم نے قبول کیوں نہ کیا؟؟
ہرمزان نے کہا کہ: مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس وقت اسلام قبول کرتا تو میرے بارے میں کہا جاتا کہ موت سے گھبرا کر اسلام قبول کیا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا:-

عُقُولُ فَارِسَ تَزِنُ الْجِبَالَ

ترجمہ: "اہل فارس کی عقلیں پہاڑوں جیسی ہیں"

مراد یہ کہ یہ بڑے عقل مند و دانا ہیں، ان کی عقلیں عظیم الشان ہیں۔ (سنہرے اوراق ص: 31)





آسمان کی طرف سراٹھا کر استغفار کیجیے

محمد حفص فاروقی صاحب

حضرت علی بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰؓ نے اپنے پیچھے سوار کیا اور مجھے (سواری پر) لے گئے۔ پھر آسمان کی طرف سراٹھا کر فرمایا:

”اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔“

پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرائے لگے۔ میں نے عرض کیا:

”اے امیر المؤمنین! آپ نے پہلے اپنے رب سے استغفار کیا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرائے لگے، اس کی کیا وجہ ہے؟“

انہوں نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے سوار کیا، پھر مجھے حجرے کی طرف لے گئے۔ پھر آسمان کی طرف سراٹھا کر فرمایا:

”اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔“

پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرائے لگے۔ میں نے عرض کیا:



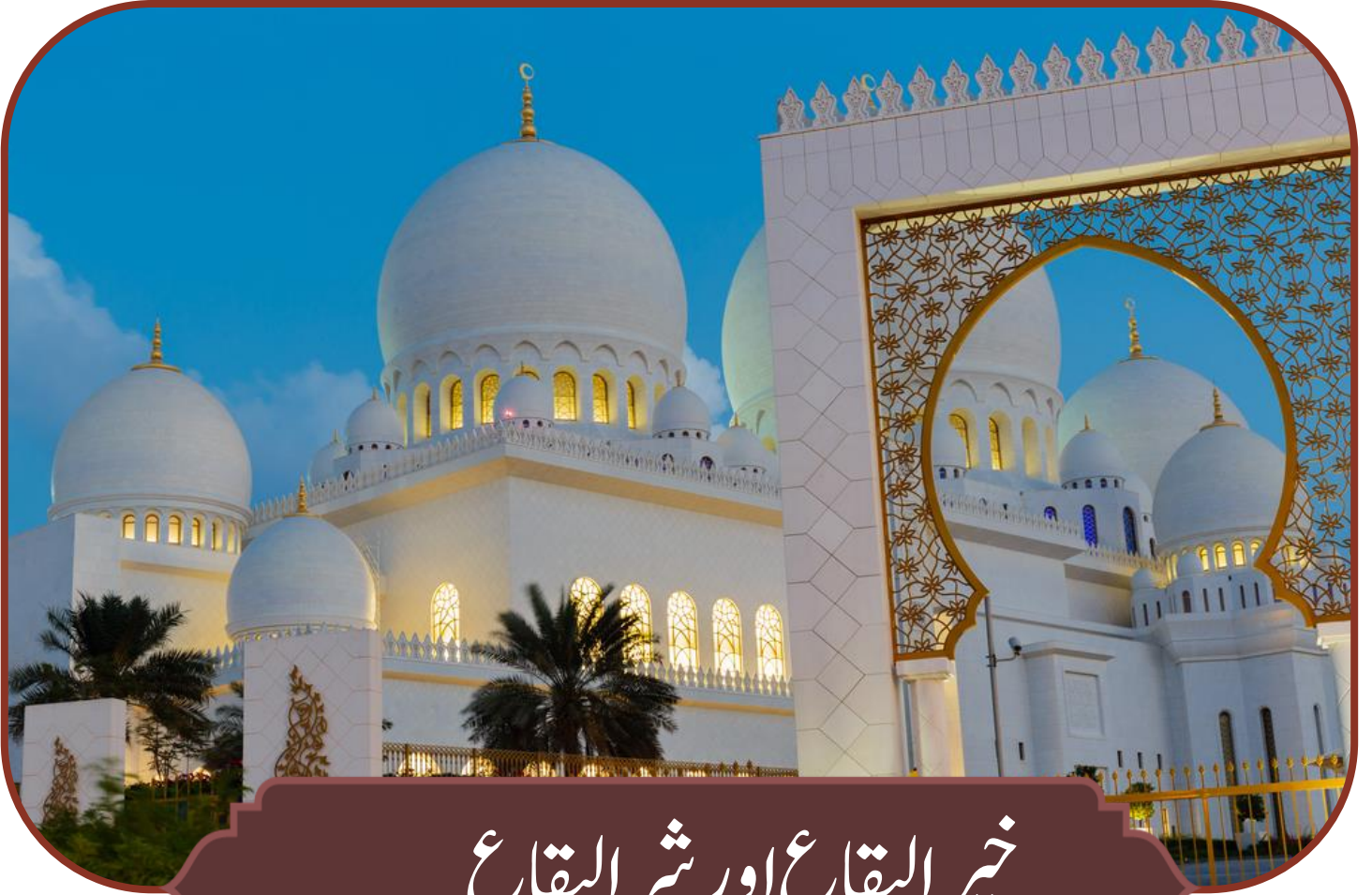
یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے پہلے اپنے رب سے استغفار کیا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے، اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں اس وجہ سے مسکرا رہا تھا کہ میرا رب اپنے بندے پر تعجب کے ساتھ مسکراتا ہے اور فرماتا ہے:

اس بندے کو معلوم ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں۔“ (حیاء الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۳۵۰)





خیر البقاع اور شر البقاع

محمد الرحمن صاحب



حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی عالم خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اُس نے آپ ﷺ سے پوچھا:

أَيُّ الْبِقَاعِ خَيْرٌ؟

کون سا خطہ زمین بہتر ہے؟

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور فرمایا:

میری یہ خاموشی اُس وقت تک ہے جب تک روح الامین تشریف نہ لے آئیں۔

اتنے میں فوراً حضرت جبرائیل علیہ السلام خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا اور دریافت کیا کہ اس کا جواب کیا دیا جائے؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے سوال کے جواب میں عرض کیا:



ماالمستول عنها بأعلم من السائل، ولكن أسأل ربي

جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ اس مسئلے میں پوچھنے والے (تبارک وتعالیٰ) سے کچھ زیادہ نہیں جانتا، لیکن میں پروردگارِ عالم بزرگ و برتر سے پوچھتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام روانہ ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد تشریف لے آئے اور کہنے لگے:

آج میں رب العزت سے اس قدر قریب ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے پوچھا: اس کی نوعیت کیا تھی؟

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

میرے اور میرے رب کے درمیان صرف ستر ہزار (۷۰,۰۰۰) پردے پڑے ہوئے تھے۔

پھر جو سوال کیا گیا تھا، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا جواب نقل کیا:

رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

شَرُّ البقاع أسواقُها، وخَيْرُ البقاع مساجدُها

زمین کا بدترین حصہ اس کے بازار ہیں، اور بہترین حصہ اس کی مساجد۔ (مقدمہ فتاویٰ دیوبند، ج ۱، ص ۶۲)



مساجد آباد کرنے والوں کی فضیلت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔ کیونکہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”اللہ کی مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لاتے ہوں اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہوں۔“ (سورۃ التوبہ: 18) (سنن الترمذی)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا
خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ
وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ
صَبَّحَهُ اللَّهُ الْعَظِيمُ

اللَّهُ
مُحَمَّدٌ

آیت الکرسی کا کرشمہ

محمد عبداللہ چترالی صاحب

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو زکوٰۃ کے مال پر نگران مقرر فرمایا۔ ایک شخص آیا اور مٹھی بھر کر لے جانے لگا، انہوں نے اس کو پکڑ لیا، تو اس نے عذر کیا کہ میں محتاج ہوں، میرے ذمے اہل و عیال ہیں اور میں سخت حاجت مند ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو چھوڑ دیا۔

صبح ہوئی تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے پوچھا کہ

”وہ تمہارے کا قیدی کیا ہوا؟“

حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کی کہ اس نے حاجت بتائی، تو میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ دوبارہ آئے گا۔

چنانچہ وہ دوسری رات بھی آیا اور مٹھی بھر کر لے جانے لگا، تو حضرت ابو ہریرہؓ نے پھر اس کو پکڑ لیا، اس نے پھر وہی اپنی حاجت و ضرورت کا اظہار کیا، تو انہوں نے چھوڑ دیا۔

نبی کریم ﷺ نے صبح پھر پوچھا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے وہی جواب دیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ وہ پھر آئے گا۔ اور اسی طرح پھر تیسری رات بھی وہ آیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اب اس کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ

”میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، تو بار بار وعدہ کرتا ہے کہ نہیں آؤں گا؛ مگر پھر وہی حرکت کرتا ہے، میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کروں گا۔“

اس پر اس نے کہا کہ

اگر تم مجھے چھوڑ دو، تو میں تم کو کچھ کلمات سکھاتا ہوں جو تم کو نفع دیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ وہ کیا ہیں؟

”اس نے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو تم آیۃ الکرسی پڑھ لو، تمہارے لیے اللہ کی جانب سے ایک محافظ مقرر ہو جاتا ہے اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب نہیں آسکتا۔“

حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو چھوڑ دیا اور جب صبح ہوئی، تو نبی کریم ﷺ کو قصہ سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس نے سچ کہا اگرچہ وہ جھوٹا ہے، کیا جانتے ہو کہ وہ کون تھا؟“

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”وہ شیطان تھا۔“ (بخاری: 1/130)

حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام 5 باتوں کی وجہ سے نیک بخت ہوئے:

- 1 حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی بھول کا اقرار فرمایا۔
- 2 وہ نادم و پشیمان ہوئے اور تواضع و عاجزی اختیار کی۔
- 3 انہوں نے اپنے نفس کو ملامت فرمایا۔
- 4 وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور توبہ و استغفار فرمایا۔
- 5 وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے۔

بمقابلہ

VS

ابلیس لعین

ابلیس 5 باتوں کی وجہ سے بد بخت اور مردود ہوا:

- 1 ابلیس نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا۔
- 2 وہ گناہ پر نادم نہ ہوا بلکہ تکبر اور سرشی اختیار کی۔
- 3 اس نے اپنے نفس کو ملامت نہ کیا۔
- 4 اس نے توبہ و استغفار نہ کیا۔
- 5 وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔






گمنام شخص کی مخلصانہ دعا پر بارش!

محمد عبداللہ ترکی صاحب

امام محمد بن منکدرؒ ”روضۃ من ریاض الجنۃ“ میں نماز تہجد پڑھ رہے تھے تو آپ نے اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک ستون کے ساتھ اپنے سر کو جھکائے ہوئے بڑی رقت آمیزی کے ساتھ یہ دعا کر رہا تھا کہ

”اے اللہ! لمبے عرصے سے بارش نہیں ہو رہی اور لوگ بارش کے قطرات کو ترس چکے ہیں میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ لازماً بارش نازل فرما۔“

امام محمد بن منکدرؒ بیان کرتے ہیں کہ اس اللہ کے بندے کا دعا کرنا ہی تھا کہ

إِذَا قَبِلْتَ سَحَابَةً

اچانک ایک بدلی آبی اور پورے مدینے میں بارش ہونا شروع ہو گئی۔

امام صاحب نے جب اس نیک شخص کی دعا کی قبولیت کو دیکھا تو بہت متاثر ہوئے اور نماز فجر ادا کر کے اس شخص کے پیچھے چل دیئے۔ چنانچہ وہ ایک گھر میں داخل ہوا آپ نے وہاں نشانی لگائی اور واپس آکر نوافل اور ذکر سے فارغ ہو کر دوبارہ اس کے پاس گئے، دروازے کو دستک دی اور سلام کہہ کر اجازت طلب کی اور فرمایا:



كَيْفَ أَصْبَحْتَ؟ أَصْلَحَكَ اللَّهُ

تو نے کیسے صبح کی ہے؟ اللہ تیرے تمام معاملات کو بہتر کرے۔

امام صاحب فرماتے ہیں وہ اپنے کام کاج میں مصروف رہا اور اس نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی۔ میں نے اس کے سامنے رات والی ساری حقیقت بیان کر دی اور کہا اے اللہ کے نیک بندے! تیرا سارا خرچہ میں اٹھاتا ہوں تو کام کاج چھوڑ کر ذکر و فکر اور امت کے لیے خیر و برکت کی دعا کیا کر۔ وہ کہنے لگا حضرت صاحب! مجھے آپ کے عطیات کی ضرورت نہیں میری صرف ایک گزارش ہے، آپ اللہ کے لیے اس درخواست کو قبول فرمائیں اور وہ میری گزارش یہ ہے کہ میرے اس تعلق باللہ کا ذکر کسی دوسرے سے نہ کریں۔ امام صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں اس کے مکان سے واپس آگیا اور چند دنوں کے بعد جب پھر اس کو ملنے کے لیے گیا تو وہ شخص مجھے نظر نہ آیا۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۶/ص ۱۵۸)

مخلص شخص کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑا مضبوط ہوتا ہے اور مخلص کی ایک علامت یہ ہے کہ باطن ظاہر سے زیادہ پاک ہوتا ہے اور انکی تنہائیاں آنسوؤں سے مالا مال ہوتی ہیں اور جنہوں نے اللہ سے پیار کر لیا یہ نماز ادا کرتے ہیں، نوافل پڑھتے ہیں اور ان میں رورو کے اللہ کو راضی کرتے ہیں اور جب لوگوں کے سامنے آتے ہیں تو عام نماز ادا کرتے ہیں لیکن تنہائیوں میں اللہ کے سامنے گر کر معافیاں مانگتے، اخلاص والے لوگ دکھلاوے سے بہت زیادہ بچتے ہیں۔



حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”جب تم میں سے کوئی دُعا مانگے تو اسے چاہیے:

- 1 دُعا کی ابتداء میں اللہ رب العزت کی شایانِ شان، حمد و ثناء بیان کرے۔
- 2 پھر نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھے۔
- 3 اور پھر اس کے بعد (جو دُعا مانگنی ہو وہ) دُعا مانگے۔

کیونکہ اس ترتیب سے وہ اپنی مراد جلد پالے گا (یعنی اس کی دُعا جلدی قبول ہو جائے گی)۔“

(المعجم الكبير للطبرانی: 8780، رجالہ صحیح)



حضرت ابو ہریرہؓ کی کھجوریں اور آپ ﷺ کی دعا

محمد مسعود صاحب

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

”اسلام میں مجھ پر تین ایسی بڑی مصیبتیں آئیں جو کسی اور پر نہیں آئیں۔“

ایک تو حضور ﷺ کے وصال کا حادثہ، کیونکہ میں آپ ﷺ کے کام کا ہمیشہ ساتھ رہنے والا معمولی سا ساتھی تھا۔

دوسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ۔

تیسرے توشہ دان کا حادثہ۔“

لوگوں نے پوچھا: اے ابو ہریرہؓ! توشہ دان کے حادثے کا کیا مطلب؟ فرمایا:

ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابو ہریرہؓ! تمہارے پاس کچھ ہے؟“

میں نے عرض کی:



”توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”لے آؤ۔“

میں نے کھجوریں نکال کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا اور برکت کے لیے دعا فرمائی۔ پھر فرمایا:

”دو آدمیوں کو بلاؤ۔“

میں دس آدمیوں کو لایا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ پھر اسی طرح دس دس آدمی آکر کھاتے رہے، یہاں تک کہ سارے لشکر نے کھالیا اور توشہ دان میں پھر بھی کھجوریں باقی رہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابو ہریرہ! جب تم اس توشہ دان میں سے کھجوریں نکالنا چاہو، تو اس میں ہاتھ ڈال کر نکالنا اور اسے الٹانا نہیں۔“

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں حضور ﷺ کی ساری زندگی میں اس میں سے نکال کر کھاتا رہا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی ساری زندگی میں اس میں سے کھاتا رہا۔

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میرا سامان بھی لٹ گیا، اور وہ توشہ دان بھی لٹ گیا۔

کیا میں آپ لوگوں کو نہ بتا دوں کہ میں نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائیں؟

”میں نے اس میں سے دو سو و سق، یعنی ایک ہزار پچاس من سے بھی زیادہ کھجوریں کھائیں۔“ (حیات الصحابہ، جلد 3، صفحہ 711)





حضرت عمرؓ کا اپنے انتقال کے وقت وصیت کرنا

محمد عاصم صاحب

جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے سے فرمایا:

”اے میرے بیٹے! جب مجھے موت آنے لگے تو میرے جسم کو دائیں پہلو کی طرف موڑ دینا، اور اپنے دونوں گٹھنے میری کمر کے ساتھ لگا دینا، اور اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر اور بائیں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھ دینا۔ اور جب میری روح نکل جائے تو میری آنکھیں بند کر دینا، اور مجھے درمیانے درجے کا کفن پہنانا، کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں نیکی ملی تو پھر اللہ تعالیٰ مجھے اس سے بہتر کفن عطا فرمائیں گے، اور اگر میرے ساتھ کچھ اور ہو تو اللہ تعالیٰ اس کفن کو مجھ سے جلد چھین لیں گے۔

اور میری قبر درمیانی قسم کی بنانا کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملی تو میری قبر کشادہ کر دی جائے گی، اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو پھر قبر میرے لیے اتنی تنگ کر دی جائے گی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی۔

میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے، اور جو خوبی مجھ میں نہیں ہے، اسے بیان نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ مجھے تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب تم میرے جنازے کو لے کر چلو تو تیز چلنا، کیونکہ اگر مجھے اللہ کے ہاں خیر ملنے والی ہے تو تم مجھے اس خیر کی طرف لے جا رہے ہو (اس لیے جلدی کرو)، اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو تم ایک بُرائی کو اٹھا کر لے جا رہے ہو، اسے اپنی گردن سے جلد اتار دو۔“ (حیۃ الصحابہ، جلد ۳، صفحہ ۵۳، ۵۲)





جب اللہ خود بلارہا ہو

محترمہ فاطمہ طاہرہ صاحبہ

ہم میں سے ہر انسان زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ایسے لمحے سے گزرتا ہے جب وہ اپنی خطاؤں، اپنی کوتاہیوں اور اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دب کر سوچتا ہے کہ شاید اب اللہ کی رحمت اس کے لیے باقی نہیں رہی۔ دل وسوسوں میں گھرا رہتا ہے، آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہوتے ہیں، مگر امید کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکار آتی ہے جو دل کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتی ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر: 53)

کہہ دیجیے: اے میرے وہ بند و جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو! بے شک اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہی تو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

یہ آیت جب بھی پڑھتی تو ایسا محسوس ہوا جیسے میرے دل پر کسی نے نرمی سے ہاتھ رکھ دیا ہو۔ جیسے ایک تھکا ہوا مسافر کسی گھنے سائے میں آکر سکون پاتا ہے، ویسے ہی دل کی بے قراری اس آیت کے سامنے تھم جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف "گناہگار" نہیں کہا، بلکہ "أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ" کہا ہے یعنی وہ جنہوں نے حد سے تجاوز کر لی، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا، وہ جو اپنی سرکشی میں انتہا تک جا پہنچے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو شاید خود بھی یقین نہ رکھتے ہوں کہ ان کے لیے معافی ممکن ہے، مگر اللہ انہیں براہ راست مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں:

لَا تَقْنُطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ

مایوس نہ ہو!

یہاں "قُنُوط" (مایوسی) کا لفظ خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ قُنُوط کا مطلب صرف عام مایوسی نہیں، بلکہ وہ کیفیت ہے جب انسان اپنی حالت کو ناقابل بدل سمجھ لے، جب اسے یقین ہو جائے کہ بہت دیر ہو چکی ہے۔ مگر اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

اللہ سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے!

ہم میں سے ہر کوئی کبھی نہ کبھی ایسی کیفیت سے گزرتا ہے جب اپنے گناہوں کا بوجھ ناقابل برداشت لگنے لگتا ہے۔ جب شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ "تم تو بس گناہگار ہو، تمہارے لیے کوئی امید نہیں۔" لیکن اللہ خود فرما رہے ہیں "مایوس نہ ہو!" گویا وہ ہمیں تسلی دے رہے ہیں کہ "آجاؤ، میری رحمت تمہارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔"

ہم میں سے کتنے لوگ ایسے ہیں جو دل ہی دل میں یہ سوچتے ہیں: "میرا گناہ بہت بڑا ہے، میں کیسے معاف ہو سکتا ہوں؟" ایک واقعہ یاد آگیا تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا: "میں نے قتل کیا، زنا کیا، چوری کی، سب کچھ کیا! کیا اللہ مجھے معاف کرے گا؟"

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"کیا تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا ہے؟ جا، اللہ سے معافی مانگ، وہ تجھے ضرور بخش دے گا!"

یہ آیت ہر بار مجھے یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اگر اللہ خود اپنے بندوں کو مایوس نہیں ہونے دے رہے تو میں خود کو کیوں مایوس ہونے دوں؟ توبہ محض الفاظ نہیں، بلکہ ایک عمل ہے، ایک رویہ ہے، ایک واپسی ہے۔

کبھی کبھی زندگی میں ایسا وقت بھی آتا ہے جب لگتا ہے کہ بہت دور نکل گئے ہیں، جب دعائیں دل نہیں لگتا، جب قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے دل بوجھل محسوس ہوتا ہے، جب سجدے میں بھی آنکھیں خشک رہتی ہیں۔ ایسے میں یہ آیت امید کی وہ کرن دکھاتی ہے جو دل کو زندہ کر دیتی ہے۔ میں نے کئی بار خود سے یہ سوال کہ "کیا میرا رب واقعی مجھے معاف کر دے گا؟" لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد آ جاتی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا
(مسلم)

اللہ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے، اور دن کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کر لے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔

اس آیت کو پڑھتے وقت بہت سی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ پہلے میں بہت حساس تھی۔ اگر کوئی مجھ سے سخت لہجے میں بات کر لیتا تو میں دل میں ایک گلہ رکھ لیتی تھی۔ دل میں ایک پختہ عزم کر لیتی کہ "اب میں کبھی اس سے بات نہیں کروں گی!" لیکن یہ آیت مجھے سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ اگر اللہ ہمیں معاف کرنے کے لیے تیار ہیں، تو میں کیوں لوگوں کی غلطیوں کو یاد رکھتی ہوں؟ اگر اللہ مجھے میرے گناہوں کے باوجود معاف کرنے کے لیے تیار ہیں، تو میں ایک معمولی سی غلطی پر اپنے دوستوں، عزیزوں کو کیوں معاف نہیں کر سکتی؟ ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم سب کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھیں جیسا اللہ ہمارے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔۔۔ نرمی، معافی، اور محبت۔ اس دن میں نے سیکھا کہ اگر میں چاہتی ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے، تو مجھے بھی دوسروں کے لیے دروازے بند نہیں کرنے چاہئیں۔

یہ آیت مجھے یاد دہانی کراتی ہے کہ اپنے گناہوں کا جائزہ لیتی رہا کرو۔ میں اکثر غلطیاں کر کے بھول جاتی ہوں، لیکن ساتھ سوچتی ہوں کہ میری ہر لغزش اللہ کی نظر میں ہے، ہر چیز ریکارڈ ہو رہی ہے۔ یہ سوچ ہر بار مجھے توبہ کرنے، واپس پلٹنے میں مدد دیتی ہے۔

یہ آیت میرے لیے، ہم سب کے لیے امید کا پیغام ہے، ایک نئی شروعات کا موقع ہے، اور سب سے بڑھ کر، اللہ کی محبت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ وہ محبت جو کبھی ختم نہیں ہوتی، جو ہر بار ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے، جو چاہتی ہے کہ ہم بس ایک قدم بڑھائیں، اور باقی اللہ خود سنبھال لیں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے التجا ہے کہ ہمیں ایسا بنادے کہ ہم تیرے در سے کبھی ناامید نہ ہوں، ہمیشہ تیری رحمت کو یاد رکھیں، اور جب بھی ہم بھٹکیں تو فوراً گوٹ آئیں۔ ہمیں معاف کرنے والا، نرم دل اور تیرے در کا سچا طالب بنادے۔ آمین یا رب العالمین!



میرے رب کا کیلنڈر

محترمہ نور حیات صاحبہ



(جس کا ہر مہینہ ایک پیغام ہے۔۔۔ وقت جو صرف گزرنے کے لیے نہیں، بیدار کرنے کے لیے ہے)

کبھی سوچا؟ ہمارے موبائل، گھڑی، کیلنڈر، اسکول، دفتر سب وقت کے محتاج ہیں۔

مگر یہ وقت کس کے تابع ہے؟ کون ہے وقت کا مالک؟

قرآن کہتا ہے:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (التوبہ: 36)

"مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے"

یہ کوئی انسانی کیلنڈر نہیں۔۔۔ یہ میرے رب کا کیلنڈر ہے۔ یہ سال کسی بادشاہ کی تخت نشینی سے شروع نہیں ہوا، بلکہ ایک ہجرت سے اللہ کے لیے سب کچھ چھوڑ دینے سے شروع ہوا۔

محرم: وقت کے لہو میں لکھی ہوئی وفا



سال کا آغاز شہادت سے؟

یہ رب کی حکمت کا جلال ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ، حضرت حسینؓ کا لہو بتاتا ہے: دین صرف تسبیح اور سجدوں سے نہیں بچتا، بلکہ حق پر کھڑے رہنے کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔

محرم ہمیں وہی سوال دیتا ہے جو کربلا میں گونجتا تھا: "کیا تم میرے نانا کی امت ہو؟"

یہ مہینہ صداقت کے لیے تنہائی کو گلے لگانے کا ہے۔

صفر: امتحان کا موسم

لوگ اس مہینے کو "نحوست" سے جوڑتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ صبر، توکل اور حکمت کے امتحان کا وقت ہے۔

رسول ﷺ کے گھر پر سازشیں ہوئیں، صحابہؓ کو طائف، احد اور رجب جیسے دکھوں کا سامنا ہوا۔

یہ مہینہ کہتا ہے: "اگر اللہ کا راستہ چن لیا ہے۔۔۔ تو آزمائش ضرور آئے گی!"

لیکن صبر کرنے والے ہی درِ مدینہ تک پہنچتے ہیں۔

ربیع الاول: روشنی کی آمد

نبی کریم ﷺ کی آمد محض ایک واقعہ نہیں بلکہ اندھیروں کے خلاف روشنی کا آغاز تھا۔

یتیموں کو شرف ملا، غلام آزاد ہوئے، عورت کو عزت ملی، علم کو جاہلیت پر فوقیت دی گئی۔

یہ مہینہ یاد دلاتا ہے: "سیرت کو قصے کے طور پر مت سنو اسے معیارِ زندگی بناؤ!"

ربیع الثانی و جمادی الاول: سنائے کے مہینے

یہ مہینے ظاہری طور پر خاموش، لیکن باطنی طور پر ترقی مہینے ہیں۔ ان مہینوں میں کچھ بڑے غزوات کی تیاری ہوئی۔ مسلمانوں نے ہجرت

کے بعد خود کو سنبھالا، سیکھا، منظم کیا۔



یہ وقت ہے: "اپنے نفس کی تربیت کا۔۔ اپنی کمزوریوں کو پہچاننے کا!"

جو خود پر قابو پاتا ہے، وہی دنیا پر اثر ڈالتا ہے۔

جمادی الثانی: عورت کی بیداری

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہراءؑ کا مہینہ۔۔۔ جنہوں نے علم، عبادت، حیا اور استقامت کو ایک پیکر میں سمو دیا۔

یہ مہینہ عورت سے کہتا ہے: تم صرف جسم نہیں، روح ہو۔ تم امت کا سنگِ بنیاد ہو۔ تم ماں ہو، مربیہ ہو، داعیہ ہو! حضرت فاطمہؑ کی پیروی کرو، فیشن آنیکوئز کی نہیں!

رجب: تقدیس کا آغاز

حرمت والا مہینہ جہاں رب خود بندوں کو خبردار کرتا ہے: "ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو!"

اس مہینے میں: معراج کا واقعہ ہوا، صلوٰۃ کا تحفہ عطا ہوا، رب سے قربت کا دروازہ کھولا گیا۔

یہ وقت ہے: "اپنے دل کو مقدس بنانے کا۔۔ دنیا کی لڑائیاں روک کر، رب سے جڑنے کا!"

شعبان: تیاری کا مہینہ

نبی ﷺ اس مہینے میں روزے رکھتے، عبادت بڑھا دیتے۔

یہ وہ مہینہ ہے: جس میں سال بھر کی موت و زندگی کی فہرستیں لکھی جاتی ہیں۔ جس میں راتِ براءت آتی ہے بخشش کا دروازہ کھولنے والی رات۔

یہ مہینہ کہتا ہے: "اب بیدار ہو جاؤ رمضان آ رہا ہے!"

رمضان: رب کے وقت کا تاج



یہ رب کا مہینہ ہے جہاں ہر پل عبادت بن سکتا ہے۔ دن میں روزہ، رات میں تراویح، دل میں قرآن، زبان پر دعا، جسم پر تھکن۔۔۔ مگر روح پر سکون!

یہ مہینہ صرف بھوکا رہنے کا نہیں بلکہ نفس کو مار کر روح کو زندہ کرنے کا ہے۔

رمضان میں قرآن اتر اور آج بھی وہی قرآن تمہارے لیے نازل ہو رہا ہے!

شوال: قبولیت کے اثرات

عید خوشی کی ہے لیکن حقیقی خوشی تب ہے جب رمضان قبول ہو۔

یہ مہینہ پوچھتا ہے: کیا تم رمضان کے بعد بھی وہی رہے؟ کیا تمہارے اندر کوئی روشنی باقی بچی؟

عبادت کا اصل امتحان۔۔۔ عبادت کے بعد شروع ہوتا ہے!

ذوالقعدہ: سکون کا مہینہ

یہ حج سے پہلے کا مہینہ ہے۔۔۔ ایک خاموشی، ایک تیاری، ایک وقفہ!

قتال حرام، سفر کی منصوبہ بندی، قافلے ترتیب پا رہے ہیں۔

یہ وقت ہے: "سال بھر کے اعمال کا جائزہ لینے کا۔۔۔ کیا واقعی ہم اللہ کے راستے پر ہیں؟"

ذوالحجہ: بندگی کا عروج

یہ بندگی کا باہم عروج ہے: عرفات کا دن، لبیک کی صدائیں، جانوں کا قربان ہونا، مال کا بہنا، سجدوں میں آنکھوں کا تر ہونا۔۔۔

یہ مہینہ کہتا ہے: "اب اگر پلٹنا ہے۔۔۔ تو پوری طرح پلٹو!"

قربانی صرف جانور کی نہیں نفس، تکبر، حسد، ریا۔۔۔ سب کچھ ذبح کر دو!

کیا ہم رب کے کیلنڈر میں زندہ ہیں؟



کیا ہم رب کے وقت میں زندہ ہیں؟ نہیں! ہم تو عیسوی تاریخ میں الجھ چکے ہیں۔۔۔

یہ کیلنڈر کوئی ظاہری تاریخیں نہیں۔۔۔ یہ روحانی منازل ہیں۔

ایک ترتیب ہے: صبر سے قربانی، قربانی سے روشنی، روشنی سے خاموش تربیت، خاموش تربیت سے بیداری، بیداری سے حرمت، حرمت سے تیاری، تیاری سے بندگی، بندگی سے ثابت قدمی، ثابت قدمی سے سکون، سکون سے عروج، اور عروج سے شہادت۔

یہ زندگی کی حقیقی سائیکل ہے۔

ایک سوال: ہم نے کس کا وقت پچنا؟

ہماری عدالت، اسکول، معیشت، میڈیا سب Gregorian کے تابع۔۔۔ کیا ہم نے وقت کے اصل تصور کو کھو دیا؟ کیا ہمیں یہ یاد رہا کہ رمضان اور حج صرف تاریخیں نہیں، عبادت کے اوقات ہیں؟ کیا ہم نے وقت کو اللہ کی رضا سے جوڑنا چھوڑ دیا؟

آخر میں۔۔۔ ایک ہی التجا ہے: یا اللہ! ہمیں اپنے وقت کی حرمت عطا فرما۔ ہمیں ہر مہینے میں تیرے قرب کا ایک نیا پہلو عطا ہو۔ ہمیں ہجری سال صرف گنتی کے لیے نہیں، بلکہ جینے کے لیے عطا ہو۔ آمین یا رب!

دُعا کی قبولیت یقینی ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو بھی مسلمان اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ایسی دُعا مانگے جس میں کناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا فرماتے ہیں:

- ① جو اس نے مانگا وہ اسے عطا فرمادیتے ہیں۔
- ② یا اس دُعا کو آخرت میں اس کے لیے ذخیرہ بنا دیتے ہیں۔
- ③ یا اس دُعا کے بدلے (آنے والی) مصیبت دور فرمادیتے ہیں۔

یہ سن کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا:

اب تو ہم خوب دعائیں مانگیں گے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس (تمہارے مانگنے)

سے بھی زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔“ (مسند احمد: 11149)

